جامعہ مدنیہ لاہور کا ترجمان

علمی دینی اور اصلاحی مجلہ

انوارِ مدینہ
لاہور

بیاد
عالم ربانی محدثِ کبیر حضرۃ مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ
بانی جامعہ مدنیہ

نگران
مولانا سید رشید میاں مدظلہٗ
مہتمم جامعہ مدنیہ، لاہور

جنوری
۱۹۹۵ء

شعبان المعظم
۱۴۱۵ھ

ایسا زمانہ آئیگا کہ لوگ پانچ چیزوں سے محبّت کریں گے اور پانچ چیزوں کو بھول جائیں گے

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ میری اُمّت پر ایک ایسا خراب زمانہ بھی آتے گا، جبکہ میری اُمّت کے لوگ پانچ ایسی چیزوں سے والہانہ شیفتگی کا اظہار کریں گے جن سے درحقیقت نفرت کرنا چاہیے۔ اور پانچ ایسی چیزوں کو دِل سے فراموش کر دیں گے جن کو ہمیشہ یاد رکھنا اور حرزِ جان بنانا ضروری ہے۔

(۱) دُنیائے فانی سے دِلی محبّت کا اظہار کریں گے اور آخرت کو بھول جائیں گے۔

(۲) حیاتِ مستعار پر جان دیں گے اور موت کا خیال دِل سے نکال دیں گے۔

(۳) ایوانوں اور محلّات پر مَر مٹیں گے۔ اور قبروں کی وحشتناکیوں کو فراموش کر دیں گے۔

(۴) مال و دولت پر فریفتہ ہو جائیں گے اور حساب و محاسبۂ قیامت کو بھول جائیں گے۔

(۵) مخلوقات سے دل لگائیں گے اور اپنے خالق و مالک کو فراموش کر دیں گے۔

(المنبہات علی الاستعداد لیوم المعاد مترجم، ص: ۱۴۱ تا ۱۴۲)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ

انوار مدینہ

جلد : ۳ — شعبان المعظم ۱۴۱۵ھ - جنوری ۱۹۹۵ء — شمارہ : ۴

مدیر

سید محمود میاں

مدرس و نائب مہتمم جامعہ مدنیہ لاہور

بدلِ اشتراک

پاکستان فی پرچہ ۱۰روپے . . . . سالانہ ۱۱۰ روپے	◯ اس دائرہ میں سُرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ ماہ . . . . . سے آپ کی مُدّتِ خریداری ختم ہوگئی ہے، آئندہ رسالہ جاری رکھنے کے لیے مبلغ . . . . ارسال فرمائیں۔
سعودی عرب، متحدہ عرب امارات . . . ″ ۴۵ ریال	ترسیلِ زر و رابطہ کے لیے دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور۔ کوڈ ۵۴۰۰۰، فون ۲۰۱۰۸۶ - ۲۰۹۰۵۲
بھارت، بنگلہ دیش . . . . . . ″ ۱۰ امریکی ڈالر	
امریکہ افریقہ . . . . ″ ۱۶ ڈالر	
برطانیہ . . . . ″ ۱۷ ڈالر	

سیّد رشید میاں طابع و ناشر نے شرکت پرنٹنگ پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ "انوارِ مدینہ" جامعہ مدنیہ کریم پارک لاہور سے شائع کیا۔

اِس شمارے میں

حرفِ آغاز ______ ۳

درسِ قرآن ______ حضرت مولانا قاری محمدؒ طیبؒ ______ ۷

درسِ حدیث ______ حضرت مولانا سیّد حامد میاںؒ ______ ۸

سیرۃِ مُبارکہ ______ حضرت اقدس مولانا سیّد محمدؒ میاںؒ ______ ۱۳

مقدمہ ______ حضرت مولانا حبیب الرحمٰن قاسمی ______ ۲۰

فضیلت کی راتیں ______ مولانا نعیم الدّین صاحب ______ ۳۴

رابطہ: دفتر کراچی

حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب مدظلہٗ خطیب جامع مسجد سٹی اسٹیشن کراچی

انڈیا میں رابطے کے لیے

حضرت مولانا سیّد رشید الدّین صاحب حمیدی مدظلہٗ العالی مہتمم مدرسہ شاہی مراد آباد۔ یو۔ پی۔ انڈیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

سیّد محمود میاں

نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم

امّا بعد! گزشتہ چند ماہ سے اخبارات و سرکاری ذرائع ابلاغ کے ذریعہ حکومتی ادارے بالخصوص گورنر پنجاب جناب چودھری الطاف حسین اور وزیر اعلیٰ پنجاب جناب منظور احمد وٹو کی جانب سے جامعاتِ دینیہ کے بارے میں بے جا الزامات کا سلسلہ جاری ہے۔ جامعاتِ دینیہ پر دہشت گردی و فرقہ پرستی کے بے بنیاد الزامات اور اُن کی بیخ کنی کے لیے حکومتی اداروں کا طرزِ بیان کچھ اس طرح کا ہے جیسے کہ اُنھوں نے دیگر تمام مجرمانہ سرگرمیوں اور عناصر پر پُوری طرح قابو پا لیا ہے اور خرابی کی آخری جڑ بس یہ جامعات باقی رہ گئے ہیں اگر ان سے نجات حاصل کرلی جائے تو ایک صاف پاک پاکستان دُنیا کے نقشہ پر رہ جائیگا مگر یہ طرزِ فکر دینی اور دنیوی ہر اعتبار سے نقصان دہ ہے، کیونکہ اس سے اساسِ پاکستان کی بُنیاد پہ زَد پڑتی ہے۔ اس لیے کہ تھوڑی بہت دینی حمیّت و غیرت کی نشانیاں اگر مُلک میں کہیں کہیں دیکھنے میں آتی ہیں تو وہ انھی اداروں میں پیدا ہونے والے مردانِ حق کی برکات کا ثمرہ ہیں جو مال و دولت منصب و عہدہ سے بے نیاز بلاخوفِ لومۃ لائم اپنے کردار و عمل سے انسانیت کی خدمت میں دن رات مگن ہر ممکن الحصول اسبابِ راحت و آرام قربان کیے فقط اپنے رب سے اجر و قبولیت کے اُمّیدوار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے لوگوں کے لیے بڑی بشارتیں اور نصرت و حفاظت کی ضمانتیں ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حکومتیں اُن کی قدردانی کرتیں اور اُن کے قائم کردہ فلاحی اداروں کی حوصلہ افزائی کے لیے خصوصی مراعات کا انتظام

کرتیں جیسا کہ دیگر فلاحی اداروں کو یہ مراعات حاصل ہیں، مثلاً بجلی گیس فون پانی وغیرہ کی فری سہولیات کے علاوہ ضروری اشیاء مثلاً گاڑی فرج ڈیپ فریزر فیکس مشین فوٹو کاپی مشین فری ڈیوٹی ہونی چاہئیں تھیں۔ کیونکہ ان اللہ والوں کی سرپرستی میں چلنے والے ادارے انتہائی کم خرچ پر بڑے بڑے کام انجام دے رہے ہیں ان کے بالمقابل سرکاری وغیر سرکاری تعلیمی اور فلاحی اداروں کی کارکردگی امانت و دیانت کے فقدان کے سبب سب پر عیاں ہے ملک میں ہونے والے دہشت گردی ڈاکے قتل و غارت گری زنا سرکاری وغیر سرکاری محکموں میں مالی غبن و فراڈ کے تمام واقعات میں ملوّث انہی اسکولوں و کالجوں سے تعلیم پانے والے افراد ہی ہیں یا پھر بالکل جاہل وان پڑھ طبقہ، البتہ اگر کسی بھی فرقہ کا کوئی دینی ادارہ فرقہ پرستی، دہشت گردی میں فی الواقع ملوّث پایا جاتا ہے تو حکومت اس کو نامزد کرے اور اُس کی بالکل غیر جانبدارانہ تحقیقات کرائی جائے تاکہ محض مفروضہ کی بُنیاد پر ان دینی فلاحی اداروں کے خلاف عملی اقدامات کیے جائیں جس کی واضح مثال جامعات کی رجسٹریشن کی تجدید پر پابندی اور نئے اداروں کو رجسٹرڈ نہ کرنے کا حکومتی فیصلہ جو کہ بالکل غیر منصفانہ ہے اور سزا بلا جُرم کے مترادف ہے۔ اس کے برخلاف یونیورسٹیز اور کالجز کے ہاسٹل میں جدید ترین آتشی اسلحہ کے انبار جو کہ دہشت گردی کی کھلی تربیت گاہیں ہیں۔ حزب اقتدار و حزب اختلاف کی با اثر شخصیات کی زیرِ سرپرستی قائم ہیں اور ان میں جدید ترین آتشی اسلحہ کے انبار لگے رہتے ہیں حکومت کی جانب سے کوئی کارروائی نہ کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ جامعات دینیہ کے خلاف اس قسم کے الزامات محض اُن کی ساکھ کو نقصان پہنچانے اور اسلام دُشمنی کی لگی آگ کی تسکین کا سامان ہے حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ دین باقی رہے اس وقت تک اس کے خلاف ہر تدبیر اُلٹی پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین (القرآن) وہ بھی تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ بھی تدبیریں کرتا ہے اور اللہ کی تدبیر سب تدبیر والوں سے بہتر ہے۔

(قسط: ۲۱

درس قرآن حکیم

از حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مہتمم دار العلوم دیوبند
تبویب و تزئین : مولانا نعیم الدین صاحب فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ لاہور

عالم دُنیا کے ہر ہر جزء پر موت طاری ہوتی ہے

انسان ہی نہیں جانور بھی مرتے ہیں اور جانور ہی نہیں تمام اجزاء مرتے ہیں ایک پتھر رکھا صحیح سالم وہ ٹوٹ گیا اس کی ہیئتِ کذائی مٹ گئی۔ درخت ہیں اُن پر موت طاری ہوتی ہے بعضے درختوں کی عمر سال بھر ہے جیسے پپیتہ سال بھر میں اُگا اس کے بعد نئی شاخ پھوٹ آئی یا کیلا ہے کہ سال بھر رہا اس کے بعد مٹ گیا۔ بعضے درختوں کی عُمر زیادہ ہوتی ہے بعضوں کی سو سو برس ہوتی ہے تو جس طرح سے یہ بنی آدم میں عمریں مختلف ہیں نباتات میں بھی مختلف ہیں تو نباتات بھی مرتے ہیں جمادات بھی مرتے ہیں حیوانات بھی مرتے ہیں انسان بھی مرتے ہیں، تو جب اس عالم کے سارے اجزاء موت کو قبول کرتے ہیں تو عقل بتلاتی ہے کہ مجموعہ بھی قبول کرے گا اس کے اندر موت آنے کی صلاحیت موجود ہے تو جو لوگ روزانہ دیکھتے ہیں قیامت کو آتے ہوئے وہ کیسے انکار کر سکتے ہیں مجموعۂ قیامت کا، یہ تو اپنے مشاہدہ کو جھٹلانا ہے۔

قیامت کا انکار کرنا خود اپنے آپ کو جھٹلانا ہے

تو قیامت کا انکار کرنا خود اپنی تکذیب ہے اپنا انکار کرنا ہے ورنہ جو منکر ہیں قیامت کے اُنھیں چاہیے کہ وہ مرا نہ کریں اور ملک الموت کا مقابلہ کریں اور کہہ دیں کہ ہم میں صلاحیت نہیں ہے موت آنے کی۔ ہم میں تو ابد الآباد تک رہنے کی صلاحیت ہے لہٰذا ہم مرنا نہیں چاہتے اگر وہ اس پر قادر ہوتے تو عالَم کے بارے میں بھی دعوٰی کر سکتے تھے کہ اس عالَم پر بھی موت نہیں آئے گی۔ جب اس کے اجزاء پر بھی نہیں آتی تو کل پر بھی نہیں آئے گی لیکن جب آتی ہے اجزاء پر تو کل پر آنا ممکن ہے

اس واسطے یہ اپنے مشاہدے کی تکذیب ہے اب دوسری چیز یہ ہے کہ قیامت کا مقصد پیشِ نظر نہیں اُن کے جس سے وہ انکار کرتے ہیں۔

قیامت کا مقصد

قیامت کا مقصد یہ ہے کہ پہلی زندگی میں کچھ سامان کیا جائے تاکہ اگلی زندگی میں وہ کار آمد ثابت ہو اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس موت کا علم بھی ہو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ زندگی ختم ہوگی تو آدمی سامان کرے گا اگلی زندگی کا، مثلاً ایک شخص مرتا ہے تو کیا وہ اپنی زندگی میں اس کی فکر نہیں کرتا کہ میں اپنی اولاد کے لیے کچھ کر جاؤں تاکہ کل کو آنے والے مجھے بُرا بھلا نہ کہیں اس واسطے آدمی جائیداد خریدتا ہے تجارتیں قائم کرتا ہے کمپنیاں بناتا کہ میں ہی نہیں میری اولاد کے کام آئے یہ، اس کو یقین ہے کہ میں گزر جاؤں گا اس عالم سے تو میری نسل مصیبت میں نہ پڑے احادیث میں بھی ارشاد فرمایا گیا ہے کہ "تم بجائے اس کے کہ مرتے وقت اولاد کے ہاتھ میں بھیک کا ڈھوگرا دے جاؤ، یہ بہتر ہے کہ ایسا سامان کر جاؤ کہ تمہاری اولاد خوشحالی کے ساتھ زندگی بسر کرے"۔ یعنی تنہا اپنی فکر نہ کرو بلکہ اپنی اولاد کی بھی کرو تو اولاد کی فکر آدمی اسی زندگی میں تو کرتا ہے اور کرتا ہے اگلی زندگی کے لیے کہ جب میں نہ ہوں جب بھی، تو کیا وہ یہ پُوچھا کرتا ہے کہ صاحب پہلے یہ بتلا دو کہ کون سے دن کون سی تاریخ میری موت آئے گی جب میں سامان کروں اولاد کے لیے، وہاں مطلقاً اتنا کافی ہے کہ موت کا علم ہو کہ آئے گی ضرور کب آئے گی کون سی تاریخ یہ ضروری نہیں جب کہ تم اپنی شخصی زندگی کو جانتے ہو کہ ایک زندگی میرے بعد آئے گی مجھے نیک نامی کا سامان کرنا چاہیے اور اس کے لیے یہ لازم نہیں ہے کہ موت کے وقت کا علم ہو تو مجموعۂ عالم کی موت میں کیوں سوال کرتے ہو کہ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ یہ کون سی تاریخ کو کو آئے گی قیامت؟ بھئی جیسے تمہیں شخصی قیامت کے وقت کا علم نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مجموعۂ قیامت کا بھی علم نہ ہو دن تاریخ کا تو اس میں کیا نقصان بیٹھتا ہے؟ وہاں بھی بلا تاریخ کے علم کے اگلے سامان کرتے ہو یہاں بھی تم اس زندگی کے بعد اگلی زندگی کا سامان کرو قیامت کے دن کے لیے وہاں تاریخ نہیں پُوچھتے یہاں کیوں پُوچھتے ہو؟ وہاں کیوں نہیں کہتے کہ صاحب موت کب آئے گی پہلے مجھے یہ علم ہو کہ جنوری کی فلاں تاریخ میں میرا انتقال ہو گا جب تو میں اپنی اولاد کے لیے کچھ آئندہ کا سامان کروں اور اگر یہ علم نہ ہو تو مرنے دو اولاد کو بھی جانے دو، جب وہاں سوال نہیں کرتے

یہاں بھی سوال نہیں کرنا چاہیے۔ اسی طرح سے قرنی قیامت قائم ہوتی ہے۔ ایک نسل ختم ہوتی ہے دوسری نسل آتی ہے یہ نسل بھی تو سامان کرتی ہے کہ ہماری اگلی نسلیں ٹھیک رہیں اگر کسی نسل میں حکومت ہے تو وہ اپنے دم بھر صحیح کرے گی کہ میرے خاندان میں باقی رہے یہ حکومت میری قوم میں باقی رہے دوسری قوم اس پر غالب نہ آئے تو کیا وہ یہ پوچھا کرتی ہے کہ ایک صدی کی کون سی تاریخ کون سے منٹ پر ہماری قوم ختم ہو گی جب تو ہم سامان کریں اگلی نسل کے لیے اور جب معلوم نہ ہو تاریخ تو نہ کریں، کوئی اس کی فکر نہیں کرتا۔ اسے اتنا معلوم ہے کہ سو برس میں اندازاً ایک نسل گزر جائے گی اُسے اگلی نسل کی فکر کرنی چاہیے وہاں وہ کبھی نہیں پوچھتے کہ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ یہ کب کو آئے گی کون سی تاریخ ہو گی؟ جب وہاں بلا تاریخ کے علم کے اگلی نسلوں کا بندوبست کرتے ہو تو یہاں بلا علمِ تاریخ کے کیوں نہیں کرتے قیامت کا بندوبست؟ قیامت کے بعد کی زندگی کا کیوں نہیں فکر کرتے۔ معلوم ہوا کہ سوال تمہارا مہمل ہے۔ محض ٹال مٹول کے لیے یہ سوال کر رہے ہو کوئی معقول سوال نہیں ہے اگر معقول ہوتا تو شخصی موت میں بھی یہ سوال کرتے اور قرنی موت میں بھی یہ سوال کرتے لیکن وہاں نہیں کرتے اسے غیر معقول جانتے ہو تو کلی قیامت میں اس سوال کو کیوں تم نے معقول سمجھا؟ یہاں بھی غیر معقول، تو اصل میں قیامت کے مقصد کا علم نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ اس زندگی میں کچھ کر جاؤ تاکہ اگلی زندگی میں کام آئے یہ ایک مقصد ہے۔ یہ شخصی قیامت میں بھی ہے قرنی قیامت میں بھی ہے کلی قیامت میں بھی ہے تو یا تو اس کا علم نہیں یا جان بوجھ کر اپنے کو جاہل بنا رکھا ہے ٹال مٹول کر کے دعوے کو رَد کرنا ہے اس واسطے سوالات کرتے ہو تو حاصل یہ نکلا کہ قیامت کا آنا یہ آنکھوں دیکھی چیز ہے۔ روزانہ قیامتیں آنکھوں سے دیکھتے ہیں جب مشاہدہ ہے تو پھر انکار کرنا اُس کا جھٹلانا ہے اپنے مشاہدہ کو وہ اپنی تکذیب ہے وہ خُدا کی تکذیب نہیں اللہ کا وعدہ اپنی جگہ سچا ہے وہ اس درجہ کا ہے ہی نہیں کہ کوئی جھٹلا سکے۔ اُسے جھٹلانے والا اپنے کو جھٹلا رہا ہے جیسے ایک موقع پر فرمایا کہ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ کہ یہ جو اللہ کو جھٹلا رہے ہیں درحقیقت اپنے نفسوں کو جھٹلا رہے ہیں اپنے کو دھوکے میں ڈال رہے ہیں تو مشاہدہ کا انکار وہ خود اپنا انکار ہے جب آنکھوں سے دیکھتے ہو کہ قیامتیں روزانہ ہیں تو پھر قیامت کا انکار وہ اپنے مشاہدے کی تکذیب ہے اور اپنی آنکھوں دیکھی بات کو جھٹلانا یہ اپنے کو جھٹلانا ہے خدا کو جھٹلانا نہیں وہ بَری ہے اس سے کہ کوئی جھٹلائے اس کو یہ تو ہے مشاہدہ۔

مولای صلِّ وسلِّم دائماً ابداً علیٰ حبیبک خیر الخلق کلّھم

درسِ حدیث

استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سید حامد میاں رحمہ اللہ کے زیرِ اہتمام ہر اتوار کو نمازِ مغرب کے بعد جامعہ مدنیہ میں "مجلسِ ذکر" منعقد ہوتی تھی۔ ذکر سے فارغ ہو کر حضرت رحمہ اللہ حدیث شریف کا درس بھی دیا کرتے تھے۔ ذکر و بیان کی یہ مُبارک اور رُوح پرور محفل کس قدر جاذب و پُرکشش ہوتی تھی الفاظ اس کی تعبیر سے قاصر ہیں۔

محترم الحاج محمود احمد عارف رح کی خواہش و فرمائش پر عزیز بھائی شاہد صاحب سلمہٗ نے حضرت شیخ الحدیث قدس سرہٗ کے بہت سے دروس ٹیپ ریکارڈر کے ذریعہ محفوظ کر لیے تھے اور پھر دروس والی تمام کیسٹیں اُنھوں نے مولانا سیّد محمود میاں صاحب کو عطا کر دیں۔

ہماری دُعا ہے کہ جن کی مہربانی، توجہّ اور سعی سے یہ انمول علمی جواہر ریزے ہمارے ہاتھ لگے، حق تعالیٰ اُن سب کو بیش از بیش اَجر سے نوازے۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ قیمتی لؤلؤ لالہ "انوارِ مدینہ" کے ذریعہ حضرت رحمہ اللہ کے مریدین و احباب تک قسط وار پہنچاتے رہیں گے۔

واضح رہے کہ حضرت کے خلفِ اکبر اور جانشین حضرت مولانا سیّد رشید میاں صاحب کے زیرِ اہتمام ذکر و درس کا یہ سلسلہ بفضلہ تعالیٰ اَب بھی جاری ہے۔

ہنوز آں ابرِ رحمت درفشاں است — خم و خمخانہ با مہر و نشان است

کیسٹ نمبر ۵ - ۱۹۸۱ - ۱۲ - ۲۵

الحمد للّٰہ ربّ العٰلمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ خیر خلقہ سیّدنا و مولانا محمّد وّ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

امّا بعد! عَنْ ثَوْبَانَ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَصَبَ الْمَنْجَنِیْقَ عَلٰی اَھْلِ الطَّائِفِ۔[1]

حضرت ثوبان بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے طائف والوں پہ (لڑائی کے وقت) منجنیق نصب فرمائی تھی۔

ایک حدیث شریف میں یہ واقعہ آرہا ہے کہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے طائف پر جب حملہ کیا ہے تو وہاں منجنیق نصب کی تھی۔

منجنیق؟ یہ منجنیق اُس زمانہ میں ایک ایسی شکل کی بڑی چیز ہوتی تھی جس سے بڑے بڑے پتّھر پھینکے جا سکتے تھے دُور، اور ایسے بھی ہوتا تھا کہ

[1] مشکوٰۃ، ص: ۳۴۴

آگ کے گولے لگا کر آگ پھینک دی جاتی تھی، یہ نئی چیز ایجاد ہوئی تھی اس وقت، یہ گویا توپ کی طرح سے ایک چیز تھی۔ جیسے توپ یہ کام دیتی ہے کہ گولہ پھینک دے دُور، اسی طرح یہ۔

توپ منجنیق کی نئی شکل ہے

منجنیق کی طرح کی چیز بعد میں جو ایجاد ہُوئی وہ توپ ہُوئی۔

بندوق تیر کا بدل ہے

اور تیر کی طرح کی چیز جو بعد میں ایجاد ہُوئی وہ بندوق کہہ لیجیے میزائل کہہ لیجیے راکٹ کہہ لیجیے یہ سب اسی قسم کی چیزیں ہیں کہ دُور جائیں۔

یہ خیال کہ ناکہ اسلام پر عمل کرنے سے آدمی کسی کام کا نہیں رہتا یہ محض جہالت ہے

یہ خیال جو ہے کہ اسلام پر عمل کرنے سے آدمی میں سستی آجاتی ہے۔ جہاد کا جذبہ نہیں رہتا یا ترقی کا جذبہ نہیں رہتا، یا اور اس قسم کے جو غلط خیالات اور غلط چیزیں بعض لوگ زبان سے ادا کر دیتے ہیں یہ بے سوچ سمجھے اور اپنی مذہبی معلومات حاصل کیے بغیر ایسا خیال ہے ورنہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جو اُس زمانہ میں جدید ترین چیز ایجاد ہُوئی تھی وہ استعمال فرمائی۔ یہ طائف ایک پہاڑ ہے پہاڑ پر اُنھوں نے قلعہ بنا لیا۔ پہاڑی علاقہ ہے۔ ٹھنڈا پہاڑ ہے اُونچائی پر ہے اس میں مزید یہ ہوتا ہے کہ اُونچی جگہ محفوظ جگہ قلعہ بنا لیتے ہیں تو جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نہایت عمدہ سیاست تھی اور اس میں یہ ہے قاعدہ اسلام کا کہ تبلیغ کی جائے۔ سمجھایا جائے نہ مانے تو پھر ہے (لڑائی) اگر مان جائے تو پھر ٹھیک ہے۔

اصول جنگ میں سے ہے کہ آدمی کم سے کم مارے جائیں۔

گویا دوسرے کا خون جو ہے وہ کم سے کم کیا جائے اس کا لحاظ بڑا ضروری ہے کہ کم سے کم آدمی مارے جائیں۔ (حضور علیہ الصّلوٰة والسّلام) ایک جگہ کہیں معرکے میں تشریف لے جا رہے تھے راستے میں دیکھا ایک عورت مری پڑی ہے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو آگے بھیج رکھا تھا کہ آگے چلیں تو جو آگے جاتا ہے وہ بھی کچھ کارروائی کر بیٹھتا ہے وہ بھی لشکر ہی ہوتا ہے ایک حصّہ ہوتا ہے لشکر کا، اس عورت کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا رسول اللہ علیہ وسلّم بھی پاس سے گزرے آپ نے فرمایا کہ کوئی آدمی جائے تیز آگے جا کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو منع کر دے کہ بچوں کو اور

کمزوروں کو نہ ماریں، ظاہر ہے کہ یہ عورت لڑنے نہیں آئی تھی جو لڑنے نہیں آیا اس کو کیوں ماریں تو
یہ بات اسلام کے اندر آدابِ حرب میں گویا داخل ہے کہ کم سے کم خُون کیا جائے۔

جنگ میں کم سے کم خُون کرنے کا فائدہ

اور اس سے فائدہ بھی ہے اقتصادی کہ لوگ اگر زیادہ مارے جائیں تو بعد میں بڑی دُشواریاں پیدا ہوجاتی ہیں، مرد مارے جاتے ہیں۔ عورتیں رہ جاتی ہیں۔ ایک آدمی مارا گیا ہے (وہ گھر کا کفیل تھا) خواہ مخواہ بے وجہ (مارا گیا ہے) وہ لڑنے بھی نہیں آیا، وہ اسی لیے چُھپتا پھرتا رہا مگر قتلِ عام کے اندر وہ بھی آ گیا بڑے نقصانات اور اقتصادی مسائل کھڑے ہوجاتے ہیں کہ علاقہ تو فتح ہوگیا، مگر وہاں یہ مشکل ہے کہ کمانے والے نہیں رہے کھانے کی کفالت کرنے والے نہیں رہے تربیت کرنے والے نہیں، ایک عجیب طرح کی حالت ہوجاتی ہے ——— اور اگر یہ رعایت نہ رکھی گئی ہوتی تو پھر یہ شام کا علاقہ ایران کا (علاقہ) اور جتنے علاقے مُسلمانوں نے فتح کیے ہیں سب کے سب میں بدحالی پیدا ہوگئی ہوتی نہ پیداوار ہوتی نہ کچھ ہوتا، اور پریشانی ہی پریشانی ہوتی تو ایسے نہیں ہُوا جہاں یہ (صحابۂ کرام) گئے ہیں وہاں برکات ہُوئیں اور لوگ مُسلمان اپنی رغبت سے ہُوئے ہیں تو جب مکہ مکرّمہ فتح ہوگیا اس کے بعد حنین اس کے بعد طائف تو طائف جب پہنچے ہیں تو وہاں ان لوگوں نے یہ کیا کہ قلعہ بند ہوگئے اور وہاں اُن کے پاس راشن بھی تھا۔ پانی کی بھی کمی نہیں تھی۔ صحابہ کرام باہر سے گھیرا ڈالے ہُوئے تھے وہاں یہ استعمال ہُوا ہے (یعنی منجنیق) رسول کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے یہ فرمایا کہ ہم کل روانہ ہوتے ہیں واپس۔ کیونکہ لڑنے میں کوئی فائدہ نہیں۔ اس میں تو یہ ہوگا کہ لڑائی زیادہ ہوگی تو آدمی مارے جائیں گے خواہ مخواہ بے وجہ اور کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا۔ ہمارا بھی نقصان ہوگا، اور اُن کا بھی ہوگا۔

بہرحال وہ ڈر گئے تھے قلعہ بند ہوگئے تھے۔ میدان میں لڑنے کی ہمّت اُن کی نہیں تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ یہ طائف والے ہیں یہاں سے بس ہم چلتے ہیں کل کو، کیونکہ مکہ مکرّمہ فتح ہوگیا، اس کے آس پاس کے علاقے سب فتح ہوگئے۔ طائف رہ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی رائے مُبارک محض جنگی ہی نہیں تھی بلکہ بہت عمدہ سیاسی رائے مُبارک تھی۔ اس میں آپ نے یہ فرمایا،

کہ یہ بغیر اپنی منڈی کے رہ ہی نہیں سکتے ان کے ہاں جو پیداوار ہے۔ انگور ہیں انار ہے اور جو ایسے پھل ہیں، سبزیاں ہیں جو بھی پیداوار یہاں ہوتی ہے اُسے خریدنے والا کوئی علاقہ سوائے مکہ مکرمہ کے نہیں ہے اور مکہ مکرمہ ہم قبضہ کر چکے ہیں تو خود بخود اُنہیں منڈی کی ضرورت پڑے گی۔ گزارے کے لیے یہ خود بخود آجائیں گے۔ بغیر لڑائی کے تو آپ نے اعلان فرمایا کہ اَب کل چلنا ہے۔ صحابہ کرام نے کہا کہ ہم تو نہیں جانا چاہتے بغیر اسے فتح کیے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیاسی رائے سیاسی بصیرت اور جنگی بصیرت تھی آپ نے فرمایا اچھا نہیں جانا چاہتے تو پھر کل لڑیں تو اب جب لڑے تو وہ اُوپر تھے، قلعہ بند تھے۔

پتھر مارے اُوپر سے آدمی وہ بھی بڑی دُور جاتا ہے اور چوٹ بہت لگتی ہے۔ تکلیف بہت پہنچا دیتا ہے یہی نتیجہ ہوا منجنیق کی بات تو دُور تھی کہ دُور سے دُور پھینکا جاسکتا تھا۔ باقی قریب جب پہنچ جائیں شہر پناہ کے اور فصیل کے اور وہاں اُوپر سے پھینکتے بھی ہوں وہ کوئی چیز تو وہ کافی دُور جاسکتی ہے تو اس میں یہ ہوا کہ صحابہ کرام کو چوٹیں بہت آئیں آپ نے جب یہ دیکھا کہ اُن کے چوٹیں آئیں تو پھر فرمایا کہ اچھا ہم کل واپس چلیں گے تو وہ سب کے سب خوش ہوگئے خوشی سے راضی ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اس پہ ہنسی آئی اور آپ نے فرمایا کہ دیکھیں کل میں نے کہا تھا کہ ہم کل چلیں گے تو یہ راضی نہیں ہوئے اور آج میں نے کہا ہے کہ کل چلیں گے تو یہ راضی ہوگئے تو وہ عادی ہو چکے تھے اس چیز کے کہ فتح کیے بغیر نہیں جانا۔ اور اگر وہ ٹھہرتے تو فتح ہو ہی جاتا یہ بھی صحیح ہے بات، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا جو دیا ہوا سبق ہے وہ یہ ہے کہ بلاوجہ نہ اپنے آپ کو نقصان پہنچاؤ نہ اُنہیں نقصان پہنچاؤ اور اس طرح سے رہو گے تو دُشمنی بھی نہیں ہوگی اور وہ خود بخود آجائیں گے۔ اور اسی طرح سے ہوا۔ بعد میں صحابہ کرام واپس آنے پر راضی ہوگئے اور اس میں کوئی سُبکی نہیں تھی اُن کی کیونکہ (طائف والوں نے) کوئی باہر آکر تھوڑی مقابلہ کیا تو وہ وہاں سے اُنہوں نے پتھر مارے ہیں چوٹ پھوٹ لگی ہے انداز ہوگیا صحابہ کرام کو کہ اس کو فتح کرنے میں خاصی محنت کرنی پڑے گی۔ یہ انداز ہوگیا تو پھر وہ راضی ہوگئے اگلے دن جا کر تجربے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی رائے مبارک سے اتّفاق کیا، اور اُسی پہ ہنسی آئی آپ کو، پھر آپ تشریف لے آئے یہ لوگ بعد میں اسی طرح جیسے انداز تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اُسی طرح یہ لوگ آئے ہیں اور پھر مسلمان ہوئے ہیں۔ ظاہری اسباب

یہی تھے کہ فوراً منڈی کی ضرورت تھی انہیں۔ اپنی ضرورت کی چیز بن لائیں اور بیچیں بھی، اس لیے وہ آہی گئے اس میں ذکر آرہا ہے منجنیق کا تو منجنیق ایک چیز تھی جو اُس زمانہ میں نئی ایجاد ہوئی تھی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کا بیان فرمودہ ایک جنگی اصول۔

تو مسلمانوں کو ایک اُصول آپ نے بتلادیا ہے وہ فرمایا ہے۔ "اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ" طاقت نام ہے پھینکنے کی طاقت کا، جو دُور سے دُور پھینک سکتا ہے۔ وہ زیادہ قوی ہے بہ نسبت اس کے کہ جو دُور زیادہ نہ پھینک سکے تو طاقت نام ہے رمی کا، پھینکنے کا، آج بھی یہی ہے سارا کام، آج تک وہی چیز چلی آرہی ہے، اور بالکل صحیح چیز رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے صحیح ترین چیز مسلمانوں کو بتلائی ہے کہ طاقت بڑھاؤ پھینکنے کی طاقت، پھینکنے کی طاقت میزائل ہیں آج اس کی یہ شکل بنی ہوئی ہے اور اس میں مسلمان سب سے پیچھے ہیں اور سب سے پہلے تعلیم مسلمانوں ہی کو حاصل ہوئی ہے کہ اَلَا اِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمْیُ (مشکوٰۃ ص: ۳۳۶)

بہرحال بہت آداب ہیں اور بہت طریقے ہیں اور ہر طرح کا نشیب و فراز ہے جس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ ساری دُنیا کو اخلاقی اور اعتقادی فلاح حاصل ہو، اور نقصان نہ ہو بہت کوشش کی گئی ہے کہ نقصان جتنا بھی ممکن ہوسکتا ہے کم سے کم ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اخلاق اور استقامت نصیب فرمائے۔

موتُ العالِمِ موتُ العالَم

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے تلمیذ رشید اور برِّصغیر پاک و ہند کے جلیل القدر عالم و فقیہ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب رحمہ اللہ ۲۱ رجب المرجب ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۵ دسمبر بروز اتوار طویل علالت کے بعد انتقال فرماگئے۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ آپ نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی آغوش میں تربیت پائی اور انکی زیرِ نگرانی فتویٰ نویسی کا کام شروع کیا۔ تقسیم کے بعد پاکستان تشریف لائے اور تادمِ وفات جامعہ اشرفیہ لاہور میں مفتی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ اکابر کی یادگار تھے۔ جید علماء میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ آپ کی وفات سے علمی دُنیا میں بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے۔ جس کا پر ہونا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور اُن کے اخلاف کو اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(قسط: ۲۸)

طرزِ عمل

حضرۃ شیخ الحدیث مولانا سید محمدؐ میاں رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف
سیرۃ مبارکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کے چند اوراق

(الف) لا اکراہ فی الدین۔ سورۃ ۲ بقرۃ رکوع ۳۴ آیت ۲۵۵۔

نہیں کوئی زور (جبر و قہر یا زبردستی) دین کی بات[1] میں۔ کیونکہ دین کا مدار[2] اس پر ہے کہ دل مان[3] لے اور تسلیم کرلے۔ جبر و قہر سے زبانی اقرار کرایا جاسکتا ہے۔ دل سے منوایا نہیں

---

[1] ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ۔

[2] اذا الاکراہ الزام الغیر فعلاً لا یرضی بہ الفاعل وذا لا یتصور الا فی افعال الجوارح اما الایمان فھو عقد القلب وانقیادہ لا یوجد بالاکراہ (تفسیر مظہری) وغیرہ

[3] ایک مُسلمان اگر اسلام سے برگشتہ ہوکر معاذ اللہ کُفر اختیار کرتا ہے تو اس کی وہ سزا ہے جو باغی کی ہوتی ہے یعنی وہ واجب القتل ہے، لیکن ایسا شخص جس سے جبرًا قہرًا اقرار کرالیا گیا وہ اگر اسلام سے منحرف ہوتا ہے تو کُتبِ فقہ میں صراحت کردی گئی ہے کہ اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ ہدایہ اخیرین میں ہے ولو اکرہ علی الاسلام حتی حکم بالاسلام ثم رجع لم یقتل (کتاب الاکراہ) یعنی اگر مجبور کرکے مُسلمان بنا لیا گیا یہاں تک کہ اسلام کے احکام اُس پر جاری ہوگئے (مثلاً مُسلمان رشتہ دار کا ترکہ اس کو مل گیا یا کسی مسلمان عورت سے اس کا نکاح کرا دیا گیا وغیرہ) پھر اس نے اسلام سے رجوع کرلیا اور عدالت میں بھی یہی بیان دیدیا کہ اس کو جبرًا مسلمان بنایا گیا تھا تو مُرتد کی سزا (قتل) اس کو نہیں دی جائے گی۔ شرح سیر کبیر میں یہ ضابطہ بیان کیا گیا ہے اقرار المکرہ باطل سواء کان الاکراہ بالجبر او القتل (شرح سیر کبیر ص ۳۲۷، ج ۴) یعنی جس سے زبردستی کچھ کہلوا لیا گیا اس کا یہ اقرار باطل (قطعًا ناقابلِ اعتبار) ہے خواہ اس کو قید کی دھمکی دی گئی ہو یا قتل کی۔

[4] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ قبیلہ بنی سالم بن عوف کے ایک انصاری صاحب جن کا اسم گرامی حصین تھا۔ ان کے دو لڑکے مُسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ وہ اپنے لڑکوں کو مجبور کریں کہ وہ اسلام لے آئیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی لا اکراہ فی الدین (تفسیر مظہری وغیرہ) دین کی بات میں زور زبردستی نہیں۔

جا سکتا۔ کوشش یہ کرو کہ دِل کی آنکھیں کُھلیں۔ گمراہی کو گمراہی اور ہدایت کو ہدایت سمجھنے لگے۔

(ب) اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ۔ تا وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۔ سورۃ ۴۱ حٰمٓ السجدہ ع ۵ آیت ۳۴۔

برائی کا جواب دو ایسی صُورت میں کہ وہی صُورت سب سے اچھی (اخلاقاً سب سے زیادہ مؤثر) ہو تو تم دیکھو گے کہ جس سے تمہاری دُشمنی ہے وہ ایسا ہو جائے گا جیسے مخلص دوست (سرگرم محبّت) (آیت ۳۴ سورۃ ۴۱)

(ج) وَاِنْ عَاقَبْتُمْ ۔ تا لِلصّٰبِرِیْنَ ۔ سورۃ ۱۶ نحل رکوع ۱۶ آیت ۱۲۶

اور اگر مخالفوں کی سختی کے جواب میں سختی کرو تو چاہیے کہ ویسی ہی اور اتنی ہی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی اور اگر تم نے صبر کیا (جھیل گئے اور سختی کا جواب سختی سے نہیں دیا) تو بلا شُبہ صبر کرنے والوں کے لیے صبر ہی بہتر ہے۔ (آیت ۱۲۶ سورۃ ۱۶)

تشریح: (۱) قانون یہ ہے۔

جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا (آیت ۴۰ سورۃ ۴۲ شوریٰ)

بُرائی کی سزا اسی جیسی بُرائی ہے۔

(۲) داعی الی اللہ اگر اس ضابطہ پر عمل کرتے ہُوئے سختی کے جواب میں بالکل اتنی ہی اور اس جیسی ہی سختی کرے تو اس کے جواز سے انکار نہیں ہے مگر اس سے بُرائی اور سختی کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا۔ کیونکہ جواب میں جو چیز وجود میں آ رہی ہے وہ بھی سختی اور بُرائی ہی ہے فرق صرف یہ ہے کہ ابتداءً نہیں ہے جواباً ہے۔

(۳) جب کوئی شخص مقامِ دعوت اپنائے ہُوئے ہے تو یہ ناپ تول اس کی شان کے شایان نہیں ہے اس کی شایانِ شان یہ ہے کہ وہ ضبط و تحمل اور صبر سے کام لے اور جواب وہ دے جو اس کی شان کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہو۔

(۴) داعی الی اللہ کا نصب العین یہ ہونا چاہیے کہ وہ ایسی صُورت اختیار کرے اور اس کی کوشش کرے کہ بُرائی کا سلسلہ ختم ہو۔ جس کی شکل مثلاً یہ ہے کہ جو دُشمن ہیں وہ سرگرمِ محبّت دوست بن جائیں۔

(۵) یہ بات بہت اُونچی ہے۔ ہر شخص اس درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ اس اُونچے درجے کو وہی حاصل

کرسکتا ہے جو بڑا صاحبِ نصیب ہو۔ آیت ۳۵ سورۃ ۴۱ حٰم سجدہ

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر مردی اَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَا

خلاصہ ① داعی جس بات کی دعوت دے ضروری ہے کہ اس کے متعلّق اس کو پُورا یقین ہو، جیسے مشاہدہ کرنے والے کو اپنے مشاہدہ کا یقین ہوتا ہے اور وہ اس پر شاہد ہوتا ہے۔

② ضروری ہے کہ داعی کی فطرت یا احساس ہو ——————— ہمدرد اور غم خوار ہو۔ اس کے اندر شفقت ہو۔ درد ہو، سوز ہو، گداز ہو۔ وہ شمع یا چراغ کی طرح ہو۔

③ دعوت اس کے درد کا فغاں ہو۔ اس کے سوزِ دروں کا شعلہ ہو۔

④ داعی مشفق طبیب کی طرح ہو اور اعلیٰ درجہ یہ ہے کہ داعی اس شفقت اور اس ہمدردی اور خیرخواہی کا پیکر اور مجسّمہ ہو جو شفقت و ہمدردی باپ کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔

⑤ باپ کی تمنّائیں اچھّی ہی ہوتی ہیں وہ اپنی اچھّی تمنّاؤں کا خواب دیکھتا ہے تو اولاد کو بشارت بھی دیتا ہے کہ یہ کرلوگے تو اعلیٰ درجہ پالوگے اور یہ بات بہت ہی درد اور دُکھ کی ہوتی ہے کہ اولاد نابنجار اور بدکار ہو، یہ اس کی بدکاری کو دیکھ کر گھٹے۔ رنجیدہ ہو اور اولاد کو اُسکی بدکاری کے خطرناک نتائج پر بار بار آگاہ اور متنبّہ کرے۔

پس باپ اپنی فطری تمناؤں کے لحاظ سے پہلے مبشّر ہوتا ہے اور نذیر مجبوراً ہوتا ہے۔ یہی شان داعی کی بھی ہوگی۔ وہ پہلے مبشّر ہوگا اور نذیر بدرجہ مجبوری ہوگا۔

⑥ دعوت کا انداز سنجیدہ اور دانشمندانہ ہو۔ وہ مخاطب کو جانچے، تولے، پرکھے پھر اس کی صلاحیت کے بموجب دعوت کا طرز اختیار کرے۔ اہلِ دانش سے دانش مندانہ۔ عوام سے اُن کے حال کے بموجب وعظ و پند اور خیرخواہانہ نصیحت کا اسلوب اختیار کرے اور جو بحث کے شوقین ہوں ان سے گفتگو مدلّل ہو۔

⑦ مخاطب کے مذہب کے لحاظ سے دعوت کا انداز جُدا جُدا ہوگا۔ اہلِ کتاب کو دعوت اور طرح دی جائے گی۔ مُشرک کو اس کے بموجب اور منکرینِ خدا، عقل پرستوں سے افہام و تفہیم کا طرز و انداز

جُدا ہوگا۔

(۸) داعی کے مزاج میں ضبط و تحمّل ہو۔ وہ گستاخیوں اور سختیوں کو برداشت کرے۔ کڑوی بات کا جواب میٹھے بول سے دے۔ مخاطب کو موافق اور دُشمن کو دوست بنائے۔

(۹) داعی الی اللہ کا تعلّق اپنے رب سے (جس کی طرف وہ دعوت دے رہا ہے) مضبوط ہو، اس کا اعتماد اور بھروسہ خُدا پر ہو۔ وہ دعوت کو اپنا ایک فریضہ سمجھے جس کی ادائیگی اس کے ذمّہ ہے نتیجہ خدا کے حوالے کر دے۔

محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم داعی اعظم بلکہ تمام داعیانِ حق کے امام و مقتدا تھے قرآن پاک کی مندرجہ بالا آیتیں اور اس طرح کی بہت سی آیتیں شہادت دے رہی ہیں کہ داعی الی اللہ کے جملہ اوصاف و خصوصیات بدرجہ اتم و اکمل آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اندر موجود تھے۔ (کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) بلکہ حق یہ ہے کہ آپ کی ذات با جود منبع اور مرکز تھی۔ اوصاف داعی اور خصوصیاتِ دعوت اس سے اخذ کیے جاتے ہیں۔

حضرت حق جل مجدہٗ نے جب آپ کو تمام اُمّتوں اور پوری کائنات انسانی کے لیے داعی بنایا تو ہر ایک فرقہ اور ہر ایک گروہ سے خطاب کرنے کا طریقہ بھی بتا دیا۔ قرآن حکیم ان سب کا مجموعہ ہے۔ چند مثالیں اُوپر گزر چکی ہیں۔

دعوتِ الی اللہ کی دُشوار گزار گھاٹی

جہادِ فی سبیل اللہ

یقیناً دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں کوئی جبر و قہر اور کوئی زبردستی نہ ہونی چاہیے۔ بیشک داعی حق کا کام صرف یہ ہے کہ دِلوں کے دروازوں پر دستک دے دے۔ اگر کوئی نہیں کھولتا تو بلا شبہ اس کو حق نہیں کہ کسی دروازے کو زبردستی کھولے یا کسی دریچے کو توڑے۔

ے نمبر ۶ و ۷ پر عمل جب ہی ہو سکے گا جب مخاطب کے مذہب سے واقفیّت ہو۔ دعوت و تبلیغ کا نظام قائم کرنا اجتماعی فریضہ ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر ایک داعی جملہ مذاہب سے واقف ہو، لیکن جس حلقہ کو دعوت کے لیے منتخب کیا جائے اس کے لیے داعی معین ہوں اور وہ اس حلقہ کے مذہبی رجحانات، معاشرتی رسومات و میلانات اور جذبات سے واقف ہوں۔

یہ بھی درست ہے کہ داعی الی اللہ کو صبر و تحمّل اور مسلسل برداشت سے کام لینا چاہیے۔ لوہے کے کنگھے سے اس کا گوشت کھُرچا جائے اس کی بوٹیاں نوچی جائیں اس کو کھولتے ہوئے کڑھائے میں ڈال دیا جائے۔ اس کے سر پر آرہ رکھ کر پورا بدن چیر کر دو ٹکڑے کر دیے جائیں تو اُس کا کمال یہی ہے کہ وہ ضبط و تحمّل، صبر اور برداشت سے کام لے۔ ظالم کے حق میں یہی دُعا کرے۔ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (اے اللہ میری قوم کو سیدھا راستہ دکھا دے وہ مجھے جانتے نہیں ہیں) لیکن اگر شکل یہ ہو کہ مخلوقِ خدا ظلم کی چکی میں پیسی جا رہی ہو۔ رائے کی آزادی سلب کر لی گئی ہو۔ پیٹ کو اگرچہ آسودگی میسّر ہو، مگر ضمیر کی آزادی پر تالے پڑے ہوئے ہوں۔ طائرِ فکر کو آہنی قفس میں گھونٹ دیا گیا ہو۔ ایک شخص کا ضمیر ایک بات کو حق سمجھتا ہو۔ وہ مضطر اور بے چین ہو کہ اس حق کو قبول کر لے، مگر اُس کو مجبور کیا جا رہا ہو کہ وہ ضمیر کے فیصلہ پر عمل نہ کرے۔ وہ حق کو حق نہ سمجھے بلکہ غلط اور باطل کو حق سمجھے۔ اگر وہ اپنے ضمیر کے فیصلہ پر عمل کرے اور باطل کے دائرے سے نکلنا چاہے تو پہلے اپنی جان سے ہاتھ دھولے۔ پہلے پھانسی کا پھندا گلے میں ڈالے۔ پھر قدم بڑھانے کا ارادہ کرے۔

اگر صورتِ حال یہ ہو تو کیا داعی حق کا فرض اب بھی یہی ہوگا کہ وہ ظلم کے شعلوں کو بھڑکتا ہوا دیکھتا رہے اور اُن کو بجھانے کی کوشش نہ کرے۔ وہ مظلوموں کو جھلستا ہوا دیکھے، اُن کی آہیں سُنے اور اپنی جگہ سمٹا ہوا بیٹھا رہے، ظالم کا ہاتھ روکنے کی کوشش نہ کرے۔ اگر اس وحشت انگیز صورتِ حال کو ختم کرنے کے لیے داعی کے پاس کوئی چارۂ کار نہیں ہے تو اس کی دعوت کا پروگرام ناقص ہے۔ ادھورا ہے۔ ناقابلِ قبول ہے۔

اگر داعی کی دعوت کا تعلّق کسی خاص گروہ سے ہے اور وہ اسی گروہ کے نجات دہندہ کی حیثیت سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ تب بھی ممکن ہے کہ اس گروہ کے علاوہ باقی مخلوق سے اس کا کوئی واسطہ نہ ہو کوئی ظالم ہو یا مظلوم، لیکن اگر داعی سارے جہان کا درد اپنے دل میں لے کر آیا ہے۔ اس کی خیر خواہی اور خیر اندیشی کا رشتہ پوری نوعِ انسان اور نوعِ انسان کے ہر طبقہ سے جڑا ہوا ہے۔ اس کا نصب العین یہ ہے کہ تمام دُنیا جہان کے لیے رحمت ہو۔ ہر ایک کے درد کا درماں اور ہر ایک کے دُکھ کا علاج ہو، تو لامحالہ اس کا فرض ہوگا کہ وہ ظلم کی اس چیرہ دستی کو ختم کرے اور مظلوموں کی آہ و بکا اور گریہ وزاری کو قلبِ مضطر کے کانوں سے سُنے وہ ان کی فریاد رسی کے لیے اُٹھے

اور اس عزم کے ساتھ اُٹھے کہ

یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

یہی وہ جدّوجہد ہے جو داعی پر بحیثیّت داعی فرض ہے اور جس کو اسلام جہاد فی سبیل اللہ کہتا ہے۔

تمام جہانوں کا رب اور ساری مخلوق کا پروردگار اہلِ ایمان کو خطاب کرتے ہُوئے فرماتا ہے

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ تا ۔ نَصِيْرًا ۔ سورۂ نساء آیت ۷۵

اور (مسلمانو!) تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے حالانکہ کتنے ہی بے بس مرد ہیں کتنی ہی عورتیں ہیں، کتنے ہی بچّے ہیں (جو ظالموں کے ظلم سے عاجز آکر) فریاد کر رہے ہیں، خدایا ہمیں اس بستی[1] سے جہاں کے باشندوں نے ظلم پر کمر باندھ لی ہے نجات دلا، اور اپنی طرف

---

[1] نزولِ آیت کے وقت یہ حالت مکّہ کی تھی کہ وہاں بہت سے مسلمان مشرکینِ مکّہ کے ظلم وستم کا تختۂ مشق بنے ہُوئے تھے۔ ابوجہل کے حقیقی بھائی حضرت سلمہ اُن کے ماں شریک بھائی عیاش بن ابی ربیعہ۔ اور مکّہ کے رئیسِ اعظم ولید بن مغیرہ کے لڑکے کہ ان کا بھی ولید ہی نام تھا (ولید ابن الولید) مسلمان ہوگئے تھے۔ ان کو باندھ کر ڈال دیا گیا تھا کہ ہجرت نہ کرسکیں۔ اس طرح اور بھی عورتیں اور مرد تھے جو مجبور ومقہور تھے اور مکّہ سے نکل نہیں سکتے تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نمازوں میں اُن کے لیے دُعا کیا کرتے تھے (بخاری شریف ص۱۱۰ تا ص۱۳۶ و ص۹۴۶ وغیرہ) لیکن ظاہر ہے آیت میں مکّہ کی قید نہیں۔ جب بھی اور جہاں بھی یہ صورتِ حال ہو تو مسلمانوں کو جہاد کی ہدایت کی گئی ہے۔ بیشک دورِ حاضر کا بین الاقوامی قانون یہ ہے کہ کسی مملکت کے اندرونی معاملات میں دخل دینے کا کسی دوسرے ملک کو حق نہیں ہے۔ مگر ظاہر ہے یہ بین الاقوامی قانون انسانی ہمدردی اور خلقِ خدا کے فلاح و بہبود کے جذبہ سے ناآشنا ہے۔ کیونکہ دورِ حاضر کی حکمران قوموں کا نصب العین صرف یہ ہے کہ ان کا اقتدار باقی رہے اور عظمت کے جس مینارہ پر وہ رونق افروز ہیں اس میں جنبش نہ آئے۔ بے شک ان قوموں کے افراد میں خلقِ خدا کی ہمدردی کا جذبہ موجود ہے اور اسی جذبہ کی بنا پر ان کے یہاں بہت سے خیراتی ادارے اور بڑے بڑے خیراتی فنڈ قائم ہیں، مگر اُن کی حکومتوں کا نصب العین نہ خلقِ خدا کی خدمت ہے نہ انسانی ہمدردی نہ کوئی اخلاقی اور

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

سے کسی کو ہمارا کارساز بنادے اور کسی کو مددگاری کے لیے کھڑا کر دے۔ (آیت ۷۵ سورۃ ۴)

یہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔ کیا اس کو دعوت الی اللہ کا ایک نہایت ضروری شعبہ نہیں کہا جائیگا اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ دعوت الی اللہ بے دست و پا رہے گی جب تک اس میں قوّتِ مقابلہ نہ ہو جو ظالم کے ہاتھ روک سکے اور مظلوموں کو نجات دلانے کے لیے اقدام بھی کر سکے۔

یہ جہاد کب تک رہے گا؟ ربّ العالمین نے اس کی یہ حد بیان فرمائی ہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ۔ (سورۃ ۸ الانفال رکوع ۵ آیت ۳۹)

اُن سے لڑتے رہو یہاں تک کہ ظلم و فساد[1] باقی نہ رہے اور دین کا سارا معاملہ[2] اللہ ہی کے لیے ہو جائے (انسان کا ظلم اُس میں[3] مداخلت نہ کر سکے۔)

حاشیہ صفحہ گزشتہ

روحانی دعوت اُن کے مقاصد میں داخل ہے۔ یہی سبب ہے کہ ممالک کی اندرونی تحریکات خواہ کتنی ہی انسانیت کش اور ہلاکت انگیز ہوں، مگر بین الاقوامی پنچایت کوئی مداخلت نہیں کرتی۔ اسلام اس سنگدلی کو برداشت نہیں کرتا۔

[1] آیت میں لفظ فتنہ ہے۔ یعنی لڑتے رہو جب تک فتنہ نہ رہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تفسیر یہ فرمائی۔ کان الاسلام قلیلا کان الرجل یفتن فی دینه امّا قتلوه و امّا یعذبو حتّی کثر الاسلام فلو تکن فتنة۔ بخاری شریف ص ۶۴۸۔ یعنی مُسلمان تھوڑے تھے جو شخص مسلمان ہوتا وہ اپنے دین کے بارے میں مصیبت میں مُبتلا ہو جاتا تھا یا اس کو قتل کر دیتے تھے یا عذاب میں مبتلا کر دیتے تھے۔ یہاں تک کہ اسلام کی کثرت ہوگئی تو یہ فتنہ نہ رہا۔ یعنی مخالفینِ دین کا ظلم و فساد نہیں رہا۔

[2] یعنی اعتقاد کی آزادی حاصل ہو جائے اور دین کا معاملہ جس کا تعلق صرف اللہ سے ہے۔ خدا اور انسان کا باہمی معاملہ ہو جائے، انسان کے ظلم و تشدّد کی مداخلت باقی نہ رہے۔

[3] اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ وہ ملک جہاں اس کا بے جا دباؤ اور ظلم و زیادتی ہو وہ اسلامی حکومت کے اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم کرتے ہُوئے باجگذار ہو جائے یا وہ افراد جو اس طرح کے ظلم میں شریک اور اس کے معاون و مددگار رہیں اسلامی حکومت کے تحت آکر حفاظتی ٹیکس (جزیہ) ادا کرنے لگیں حکومت اُن کی جان و مال کی عزّت و آبرو کی حفاظت کی ذمّہ دار ہو جائے۔ سورۃ ۹ توبہ آیت ۲۸ میں اس کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ (اس کی تفصیل جلد دوم میں ملاحظہ فرمائیے)

○

مقدمہ

الخلیفۃ المہدی فی الاحادیث الصحیحۃ

حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی ایک غیر مطبوعہ نادر علمی تالیف

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قاسمی

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیّد المرسلین وخاتم النّبیین وعلٰی اصحابہ اجمعین۔ اما بعد

قیامت ایک امر غیبی ہے جس کا حقیقی علم بجز خدائے عالم الغیب کے کسی کو نہیں ہے، قرآنِ مجید ناطق ہے "اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ" اللہ تعالیٰ ہی کو قیامت کا علم ہے، ایک دوسرے موقع پر ارشادِ الٰہی ہے یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ السَّاعَۃِ اَیَّانَ مُرْسٰھَا فِیْمَ اَنْتَ مِنْ ذِکْرٰھَا اِلٰی رَبِّکَ مُنْتَھٰھَا، آپ سے قیامت کے متعلّق پُوچھتے ہیں وہ کب آئے گی۔ آپ کو اُس کے ذکر سے کیا کام اس کے علم کا منتہیٰ تو آپ کے ربّ کے پاس ہے۔

رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث بھی یہی ثابت ہے کہ قیامت کے وقوع کا علم اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بھی نہیں تھا، حدیث جبرئیل میں ہے فَاَخْبِرْنِیْ عَنِ السَّاعَۃِ؟ قَالَ مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْھَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ، (مشکوٰۃ ج۱ ص۱۱) حضرت جبرئیلؑ علیہ السّلام نے چوتھا سوال کیا، اچھّا مجھے قیامت کے وقتِ وقوع کی خبر دیجیے؟ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس کے جواب میں اپنی لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: اس کے بارے میں مسئول (پوچھا جانے والا) سائل (پوچھنے والے) سے زیادہ نہیں جانتا، مطلب یہ ہے کہ قیامت کے وقتِ وقوع کے نہ جاننے میں ہم دونوں برابر ہیں۔

البتہ اس کی کچھ علامتیں ہیں جنہیں بطور پیشین گوئی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے بیان فرمایا ہے اُن میں بعض علامتیں صغرٰی یعنی چھوٹی علامت کہلاتی ہیں، جو معمول وعادت کے مطابق ظہور پذیر ہوتی رہیں گی، اُن کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے، مثلاً حدیثِ جبرئیل ہی میں پانچویں سوال کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے قیامت کی جن علامتوں کا ذکر فرمایا ہے وہ علامتِ صغرٰی ہی کے قبیل سے ہیں، حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں۔

قَالَ فَاَخْبِرْنِیْ عَنْ اَمَارَاتِھَا۔ اس کی کچھ علامتیں بتائیے، قَالَ اَنْ تَلِدَ الْاَمَۃُ رَبَّتَھَا وَاَنْ تَرَی الْحُفَاۃَ الْعُرَاۃَ الْعَالَۃَ رِعَاءَ الشَّاءِ یَتَطَاوَلُوْنَ فِی الْبُنْیَانِ۔ لونڈیاں اپنی مالکہ کو جننے لگیں یعنی لڑکیاں اپنی ماؤں پر حکم چلانے لگیں اور ننگے پیر، ننگے بدن، تنگدست، بکریوں کے چرواہوں کو تو دیکھے کہ عالی شان مکانات پر شیخی بگھار رہے ہیں، تو سمجھ لو کہ اب قیامت کا زمانہ قریب آگیا ہے

اسی طرح رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کے درج ذیل فرمان میں جن علامتوں کا ذکر ہے ان کا تعلق بھی علامت صغرٰی سے ہے اِنَّ مِنْ اَشْرَاطِ السَّاعَۃِ اَنْ یَقِلَّ الْعِلْمُ وَیَکْثُرَ الْجَھْلُ وَیَفْشُوَ الزِّنَا وَیُشْرَبَ الْخَمْرُ وَیَقِلَّ الرِّجَالُ وَیَکْثُرَ النِّسَاءُ حَتّٰی یَکُوْنَ لِخَمْسِیْنَ امْرَأَۃً اَلْقَیِّمُ الْوَاحِدُ" (بخاری کتاب العلم)

قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا، جہالت بڑھ جائے گی، حرام کاری عام ہوگی، شراب نوشی بہت ہوگی مرد کم ہو جائیں گے اور عورتوں کی اس حد تک کثرت ہوگی کہ پچاس عورتوں پر صرف فرد واحد نگران ہوگا۔

ان مذکورہ علامتوں کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اُن کے ظہور کے بعد قیامت بالکل قریب آجائے گی بلکہ یہ مطلب ہے کہ قیامت سے پہلے اِن کا وجود میں آنا ضروری ہے اسی لیے بہت سے واقعات وحوادث کے بارے میں آپؐ کا ارشاد ہے کہ قیامت اس وقت تک برپا نہیں ہوگی جب تک یہ واقعات ظہور پذیر نہ ہو جائیں خود رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت بھی علامتِ قیامت میں شمار کی جاتی ہے حالانکہ آپ کی بعثت کو چودہ سو سال ہو چکے ہیں اور خدا جانے ابھی کتنی مدّت کے بعد قیامت قائم ہوگی۔

ان کے علاوہ بعض علامتیں وہ ہیں جنھیں علامتِ کبریٰ کہا جاتا ہے یہ علامتیں بالعموم قیامت کے قریب تر زمانہ میں پے بہ پے ظاہر ہوں گی اور عادت و معمول کے خلاف ہوں گی۔ان علامتوں کا ذکر بھی بہت سی حدیثوں میں متفرق طور پر موجود ہے اور حضرت حذیفہؓ بن اُسید الغفاری کی ایک روایت میں اکٹھی دس علامتوں کا بیان ہے۔حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں۔

اِطَّلَعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْنَا وَنَحْنُ نَتَذَاکَرُ فَقَالَ مَا تَذْکُرُوْنَ؟ قَالُوْا نَذْکُرُ السَّاعَةَ قَالَ اِنَّهَا لَنْ تَقُوْمَ حَتّٰی تَرَوْا قَبْلَهَا عَشْرَ آیَاتٍ فَذَکَرَ الدُّخَانَ وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ وَطُلُوْعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا وَنُزُوْلَ عِیْسٰیؑ ابْنِ مَرْیَمَ وَیَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ وَثَلَاثَةَ خُسُوْفٍ خَسْفٍ بِالْمَشْرِقِ وَخَسْفٍ بِالْمَغْرِبِ وَخَسْفٍ بِجَزِیْرَةِ الْعَرَبِ وَآخِرُ ذَالِکَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْیَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ اِلٰی مَحْشَرِهِمْ۔

(مسلم باب الفتن و اشراط الساعة ص ۳۹۳ ج ۲)

حضرت حذیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بالاخانہ سے ہماری طرف نمودار ہوئے اور ہم آپس میں باتیں کر رہے تھے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا تم لوگ کس چیز کا تذکرہ کر رہے ہو لوگوں نے عرض کیا قیامت کا آپ نے فرمایا قیامت برپا نہیں ہو گی۔تاوقتیکہ تم اس سے پہلے دس علامتیں نہ دیکھ لو پھر آپ نے ان دسوں کو بیان کیا جو یہ ہیں۔۱۔دھواں ۲۔دجال ۳۔دابۃ الارض ۴۔پچھم سے سورج کا نکلنا ۵ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا ۶۔یاجوج ماجوج کا نکلنا ۷۔۸۔۹۔زمین میں تین مقامات میں لوگوں کا دھنس جانا ایک مشرق میں، دوسرا مغرب میں اور تیسرا عرب میں ۱۰۔اور ان سب کے آخر میں آگ یمن سے نکلے گی جو لوگوں کو گھیر کر اُن کے محشر میں پہنچا دے گی۔

قیامت کی علامتِ کبریٰ ہی میں سے مہدی آخر الزماں کا ظہور ان کی خلافت اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اُن کی اقتداء میں ایک نماز یعنی فجر کا پڑھنا وغیرہ بھی ہے۔اُوپر بحوالہ حدیث جن دس نشانیوں کا ذکر ہے ان سے پہلے حضرت امام مہدی کا ظہور ہو گا، چنانچہ امام السفارینی لکھتے ہیں۔

اَیْ مِنَ الْعَلَامَاتِ الْعُظْمٰی وَهِیَ اَوَّلُهَا اَنْ یَّظْهَرَ الْاِمَامُ الْمُقْتَدٰی الْخَاتَمُ لِلْاَئِمَّةِ۔۔ مُحَمَّدُ الْمَهْدِیُّ (لوائح الانوار البھیۃ، ص ۶۷ ج ۲) قیامت کی بڑی یعنی قریب تر اور اوّلین

نشانیوں میں خاتم الائمہ محمد مہدی کا ظہور ہے۔

بخاری میں ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کو غزوۂ تبوک کے موقع پر قیامت کی چھ نشانیاں بتائیں جن میں بنی الاصغر یعنی عیسائیوں اور مسلمانوں کے درمیان صلح ہوجانے کا بھی تذکرہ فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ عیسائی بدعہدی کرکے تمہارے مقابلے میں آئیں گے اس وقت اُن کے اسّی جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے تحت بارہ ہزار سپاہی ہوں گے یعنی اُن کی مجموعی تعداد نو لاکھ ہوگی۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلمان ہر طرف سے گھر جائیں گے اور اُن کی حکومت صرف مدینہ منوّرہ سے خیبر تک رہ جائے گی تو مسلمان مایوس ہوکر امام مہدی کی تلاش شروع کردیں گے۔ اس وقت وہ مدینہ منوّرہ میں ہوں گے اور امامت کے بارِ گراں سے بچنے کی غرض سے مکہ مکرمہ چلے جائیں گے مکّہ کے لوگ اُنہیں پہچان لیں گے اور انکار کے باوجود ان سے بیعتِ خلافت کرلیں گے۔ خلافت کی خبر جب مشہور ہوگی تو ملکِ شام سے ایک لشکر آپ سے مقابلہ کے لیے نکلے گا، مگر اپنی منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی مقام بیداء میں جو مکّہ و مدینہ کے درمیان ہے زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ اس واقعہ کی اطلاع پاکر شام کے ابدال اور عراق کے متقی لوگ حضرت مہدی کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔ اس کے بعد آپ سے جنگ کے لیے ایک قریشی النسل، بنو کلب پر مشتمل ایک لشکر بھیجے گا جس سے حضرت مہدی کی فوج جنگ کرے گی اور فتح یاب ہوگی۔

احادیث میں امام مہدی کا نام ولدیت، حلیہ وغیرہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ نیز اُن کے زمانہ خلافت میں عدل و انصاف کی ہمہ گیری اور مال و دولت کی فراوانی کا تذکرہ بھی ہے۔ غرضیکہ امام مہدی کے متعلق اس کثرت سے احادیث مروی ہیں کہ اُصولِ محدثین کے اعتبار سے وہ حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں چنانچہ امام ابوالحسین محمد بن حسین الآبری السجزی الحافظ المتوفی ۳۶۳ھ اپنی کتاب مناقب الشافعی میں لکھتے ہیں۔

وقد تواترت الاخبار واستفاضت بکثرۃ رُواتها عن المصطفٰی صلّی اللہ علیہ وسلّم فی المهدی وانه من اهل بیته وانه یملك سبع سنین ویملأُ

الارض عدلاً وان عیسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام یخرج فیساعدہ علی قتل الدجال وانہ یؤم ھذہ الامۃ وعیسٰیؑ خلفہ فی طول من قصتہ وامرہ

(تہذیب التہذیب ص۱۲۶ ج ۹ فی ضمن ترجمۃ محمد بن خالد الجنبلی المؤذن)

امام مہدی سے متعلق مروی روایتیں اپنے راویوں کی کثرت کی بنا پر تواتر اور شہرتِ عام کے درجہ میں پہنچ گئی ہیں کہ وہ بیتِ رسول سے ہوں گے اور سات سال تک دنیا میں حکومت کریں گے اور اپنے عدل وانصاف سے دُنیا کو معمور کر دیں گے اور عیسٰی علیہ السّلام آسمان سے نازل ہوکر قتل دجال میں اُن کی مساعدت اور نصرت کریں گے اور اس اُمت میں مہدی ہی کی امامت میں عیسٰی علیہ السلام (ایک نماز) ادا کریں گے وغیرہ، طویل واقعات ان کے سلسلے میں احادیث میں بیان ہوئے ہیں۔

حافظ آبری کے اس قول کو حافظ ابن القیم نے المنار المنیف میں اور شیخ محمد بن احمد سفارینی نے اپنی مشہور کتاب لوائح الانوار البہیہ میں علامہ مرعی بن یوسف الکرمی کی کتاب فوائد الفکر کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ علاوہ ازیں امام القرطبی صاحب الجامع لاحکام القرآن نے بھی "التذکرۃ فی احوال الموتی وامور الآخرۃ" میں اسے نقل کیا ہے۔

شیخ محمد البرزنجی المدنی المتوفی ۱۱۰۳ھ "الاشاعۃ لاشراط الساعۃ" ص ۱۱۲ پر لکھتے ہیں۔

وقد علمت ان احادیث المھدی وخروجہ آخر الزمان وانہ من عترۃ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من ولد فاطمۃ رضی اللہ عنہا بلغت حد التواتر المعنوی فلا معنی لانکارھا،

محقق طور پر معلوم ہے کہ مہدی سے متعلق احادیث کہ آخری زمانہ میں اُن کا ظہور ہوگا اور وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نسل اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد میں ہوں گے تواتر معنوی کی حد کو پہنچی ہوئی ہیں لہٰذا اُن کے انکار کی کوئی وجہ اور بُنیاد نہیں ہے۔

امام سفارینی کا بیان ہے۔

قد کثرت الاقوال فی المھدی حتی قیل لا مھدی الا عیسٰی والصواب الذی علیہ اھل الحق ان المھدی غیر عیسٰی وانہ یخرج قبل نزول عیسٰی

علیہ السّلام وقد کثرت بخروجہ الروایات حتی بلغت حد التواتر المعنوی وشاع ذٰلک بین علماء السنۃ حتی عد من معتقداتھم (لوائح الانوار البھیہ ص ۷۹-۸۰)

حضرت مہدی کے بارے میں بہت سارے اقوال ہیں حتّٰی کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السّلام ہی مہدی ہیں اور صحیح بات جس پر اہلِ حق ہیں، یہ ہے کہ مہدی کی شخصیّت حضرت عیسیٰ علیہ السّلام سے الگ ہے، ان کا ظہور حضرت علیہ السّلام کے نزول سے پہلے ہوگا۔ ظہور مہدی سے متعلّق روایات اتنی زیادہ ہیں کہ تواتر معنوی کی حد کو پہنچ گئی ہیں اور علماء اہلِ سُنّت کے درمیان اس درجہ عام اور شائع ہوگئی ہیں کہ ظہور مہدی کا ماننا اہلِ سُنّت والجماعت کے عقائد میں شمار ہوتا ہے

حضرت جابر، حذیفہ، ابوہریرہ، ابوسعید خدری اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے منقول روایتوں کے ذکر اور نشاندہی کے بعد لکھتے ہیں۔

وقد روی عمن ذکر من الصحابۃ وغیر ما ذکر منھم رضی اللہ عنھم بروایات متعددۃ وعن التابعین من بعدھم ما یفید مجموعہ العلم القطعی فالایمان بخروج المھدی واجب کما ھو مقرر عند اھل العلم ومدون فی عقائد اھل السنۃ والجماعۃ۔ (ایضاً ص ۸۰ ج ۲)

اوپر مذکور حضرات صحابہ اور اُن کے علاوہ دیگر اصحاب رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم سے اور اُن کے بعد تابعین سے اس قدر روایتیں مروی ہیں کہ ان سے علم قطعی حاصل ہو جاتا ہے، لہٰذا ظہور مہدی پر ایمان لانا واجب ہے چنانچہ یہ امر اہل علم کے نزدیک ثابت شدہ ہے اور اہلِ سُنّت والجماعت کے عقائد میں مدوّن و مرتب ہے۔

یہی بات شیخ الحسن بن علی البربہاری الحنبلی المتوفی ۳۲۹ھ نے بھی اپنے عقیدہ میں لکھی ہے عقیدۂ البربہاری کو ابن ابی یعلی نے طبقات الحنابلہ میں شیخ البربہاری کے ترجمہ میں مکمّل نقل کر دیا ہے۔

نواب صدّیق حسن خان قنوجی بھوپالی المتوفی ۱۳۰۸ھ اپنی تالیف الاذاعۃ لما کان ویکون بین یدی الساعۃ: میں صراحت کرتے ہیں۔

والاحادیث الواردۃ فی المھدی علی اختلاف روا تھا کثیرۃ جدًا تبلغ حدَّ التواتر

وھی فی السنن وغیرھا من دواوین الاسلام من المعاجم والمسانید (ص ۱۱۲)

امام مہدی سے متعلّق مختلف راویوں سے مروی روایتیں بہت زیادہ ہیں جو حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں، یہ حدیثیں، سُنن، معاجم، مسانید وغیرہ اسلامی دفتروں میں موجود ہیں۔

اسی کتاب کے ص ۱۴۵ میں لکھتے ہیں۔

لاشك ان المهدی یخرج فی آخر الزمان من غیر تعیین لشهر وعام لما تواتر من الاخبار فی الباب واتفق علیه جمهور الائمة خلفاً عن سلفٍ الا من لایعتد بخلافه"

اس بات میں ادنیٰ شک نہیں ہے کہ آخری زمانہ میں ماہ وسال کی تعیین کے بغیر امام مہدی کا ظہور ہوگا، کیونکہ اس باب میں احادیث متواتر ہیں اور سلف سے خلف تک جمہور اُمّت کا اس پر اتّفاق ہے، البتّہ بعض ایسے لوگوں نے اس میں اختلاف کیا ہے جن کے اختلاف کا اہلِ علم کے نزدیک کوئی اعتبار نہیں ہے۔

علّامہ محمّد بن جعفر الکتانی المتوفی ۱۳۴۵ھ اپنی مشہور تصنیف "نظم المتناثر من الحدیث المتواتر" میں رقمطراز ہیں۔

"وتتبع ابن خلدون فی مقدمته طرق احادیث خروجه مستوعبا علی حسب وسعه فلم تسلم له من علة لکن ردوا علیه بان الاحادیث الواردة فیه علی اختلاف رواتها کثیرة جدا تبلغ حد التواتر وهی عند احمد والترمذی وابی داؤد وابن ماجه والحاکم والطبرانی وابی یعلی الموصلی والبزار وغیرهم من دواوین الاسلام من السنن والمعاجم والمسانید واسندوها الی جماعة من الصحابة فانکارها مع ذالك مما لا ینبغی" (ص ۱۴۵)

مشہور فیلسوف مورخ علامہ ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں اپنی وسعتِ علمی کے مطابق جملہ طرقِ احادیث کی تخریج کے استیعاب کی کوشش کی ہے اور نتیجۃً اُن کے نزدیک کوئی حدیث علّت سے خالی نہیں ہے، لیکن محدثین نے علّامہ ابن خلدون کے اس خیال کو رَد کر دیا ہے کیونکہ امام مہدی کے بارے میں وارد احادیث اپنے راویوں کے مختلف ہونے کے باوجود بہت زیادہ ہیں جو حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں جنہیں امام احمد بن حنبل، امام ابوداؤد

امام ابن ماجہ، امام حاکم، امام طبرانی امام ابویعلی موصلی امام بزار وغیرہ نے دواوینِ اسلام یعنی سنن، معاجم، مسانید میں روایت کیا ہے اور ان احادیث کو صحابہ کی ایک جماعت کی جانب منسوب کیا ہے، لہٰذا ان اُمور کے ہوتے ہُوئے ان کا انکار کسی طرح مناسب و درست نہیں ہے۔

امام مہدی سے متعلّق جن حضراتِ صحابہ سے حدیثیں منقول ہیں اُن میں حسبِ ذیل اکابر صحابہ رضوان اللہ علیہم شامل ہیں، خلیفہ راشد حضرت عثمان غنی رضؓ خلیفہ راشد حضرت علی مرتضیٰ رضؓ طلحہ بن عبید اللہ، عبد الرحمٰن بن عوف، عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عمرو، عبد اللہ ابن عبّاس، اُمّ المومنین ام سلمہ، ام المؤمنین ام حبیبہ، ابوہریرہ، ابوسعید خدری، جابر بن عبد اللہ، انس بن مالک، عمران بن حصین حذیفہ بن یمان، عمار بن یاسر جابر بن ماجد صدفی، ثوبان مولی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم، عوف بن مالک رضی اللہ عنہم اجمعین

علّامہ ابن خلدون اگرچہ فن تاریخ اور علم الاجتماع میں بلند مقام و مرتبہ کے مالک ہیں لیکن محدّث نہیں تھے اس لیے اس باب میں اُن کی بات علمائے حدیث اور اربابِ جرح و تعدیل کے مقابلہ میں لائق قبول نہیں ہے، چنانچہ علّامہ محمد بن جعفر الکتانی مزید لکھتے ہیں۔

ولولا مخافة التطويل لاوردت هٰهنا ما وقفت عليه من احاديثه لانى رأيت الكثير من الناس فى هذا الوقت يتشككون فى امره و يقولون ما نرى هل احاديثه قطعية ام لا وكثير منهم يقف مع كلام ابن خلدون ويعتمده مع انه ليس من اهل هٰذا الميدان والحق الرجوع فى كل فن لاربابه" (نظم المتناثر من الحديث المتواتر ص۱۴۶)

اگر کتاب کے دراز ہوجانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اس موقع پر امام مہدی سے متعلّق ان احادیث کو درج کرتا جن کی مجھے واقفیت ہے کیونکہ اس وقت بہت سارے لوگوں کو دیکھ رہا ہوں کہ اُنہیں امام مہدی کے امر میں تردد ہے اور اس سلسلے میں وہ یقینی معلومات کے متلاشی ہیں اور دیگر بہت سے لوگ ابن خلدون کے قول پر قائم اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں جبکہ ابن خلدون اس میدان کے آدمی نہیں تھے اور حق تو یہ ہے کہ ہر فن میں اس فن کے ماہرین کی جانب رجوع کیا جائے۔

ان ساری تفصیلات سے یہ بات روزِ روشن کی طرح آشکارا ہوگئی کہ امام مہدی سے متعلّق احادیث نہ صرف صحیح وثابت ہیں بلکہ متواتر اور اپنے مدلول پر قطعی الدلالت ہیں جن پر ایمان لانا بحسب تصریح علّامہ سفارینی واجب اور ضروری ہے اسی بناء پر ظہور مہدی کا مسئلہ اہل سُنّت والجماعت کے عقائد میں شمار ہوتا ہے، البتّہ اتنی بات ضرور ہے کہ یہ اسلام کے اہم ترین و بُنیادی عقائد میں داخل نہیں ہے۔ مسئلہ کی اسی اہمیّت کے پیشِ نظر ہر دَور کے محدّثین و اکابر علماء نے مسئلہ مہدی پر ضمناً و مستقلاً شرح وبسط کے ساتھ مدلل کلام کیا ہے جن میں سے بہت سی کتابوں کی نشاندہی خود علّامہ ابن خلدون نے بھی مقدمہ میں کی ہے۔

اسی طرح علماء حدیث اور ماہرین نے اس مسئلہ سے متعلّق ابن خلدون کے نظریہ کی پُرزور تردید کی ہے اور اُصولِ محدّثین کی روشنی میں علّامہ ابن خلدون کے ظاہر کردہ اشکالات کو دُور کر کے ظہور مہدی کی حقیقت اور سچّائی کو پُورے طور پر واضح کر دیا ہے۔ علمائے اُمّت کی ان مساعی جمیلہ کے باوجود ہر دَور میں ایک ایسا طبقہ موجود رہا ہے جو علّامہ ابن خلدون کے بیان کردہ اشکالات سے متأثر ہوکر ظہور مہدی کے بارے میں شکوک و شُبہات میں مُبتلا رہا۔ اس لیے علمائے دین بھی اپنے اپنے عہد میں حسبِ ضرورت تحریرًا و تقریرًا اس مسئلہ کی وضاحت کرتے رہے۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا سیّد حسین احمد مدنی قدس سرہ نے بھی اسی مقصد کے تحت یہ زیرِ نظر رسالہ مرتب کیا تھا، چنانچہ اپنے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں۔

انه قدجرى ببعض اندية العلم ذكر المهدى الموعود فانكر بعض الفضلاء الكاملين صحة الاحاديث الواردة فيه فاجبتُ ان اجمع الاحاديث الصحيحة فى هذا الباب واترك الحسان والضعاف رجاء انتفاع الناس وتبليغ ما اتى به النبى عليه السلام وان لا يغتر الناس بكلام بعض المصنفين الذين لا المام لهم بعلم الحديث كابن خلدون وغيره فانهم وان كانوا من المعتمدين فى التاريخ و امثاله فلا اعتداد لهم فى علم الحديث الخ (ص١)

بعض مجالس علمیہ میں مہدی موعود کا ذکر آیا تو کچھ ماہرین علم نے مہدی موعود سے متعلّق وارد حدیثوں کی صحت کا انکار کیا تو مجھے یہ بات اچھی لگی کہ اس موضوع سے متعلّق مروی حسن و ضعیف روایتوں سے قطع نظر صحیح حدیثوں کو جمع کر دوں تاکہ لوگ اس سے نفع اُٹھائیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے فرمان کی تبلیغ بھی ہو جائے نیز ان حدیثوں کے جمع و تدوین سے ایک غرض یہ بھی ہے کہ بعض ان مصنفین کے کلام سے لوگ دھوکا نہ کھائیں جنھیں علمِ حدیث سے لگاؤ نہیں ہے جیسے علّامہ ابن خلدون وغیرہ۔ یہ حضرات اگرچہ فن تاریخ میں معتمد و مستند ہیں لیکن علمِ حدیث میں ان کے قول کا اعتبار نہیں ہے ـــــــــــ حضرت شیخ الاسلام نے اپنے اس رسالہ میں بطور خاص اسی بات کا التزام فرمایا ہے کہ جن صحیح احادیث پر علّامہ ابن خلدون نے کلام کر کے ان کی صحّت کو مشکوک ثابت کرنے کی کوشش کی تھی جرح و تعدیل سے متعلّق ائمہ حدیث کے مقرر کردہ اصول کی روشنی میں اُن کی صحت و حجیت کو مدلّل و مبرہن کر دیا ہے، اس اعتبار سے یہ رسالہ ایک قیمتی دستاویز کی حیثیّت کا حامل ہے اور اس موضوع پر لکھی گئی ضخیم کتابوں سے بھی زیادہ مفید ہے۔

کچھ باتیں کتاب کے متعلق آج سے دس گیارہ سال پہلے کی بات ہے کہ ایک دن بیٹھا ماہنامہ الرّشید ساہیوال کا خصوصی شمارہ مدنی و اقبال نمبر دیکھ رہا تھا، اس میں حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے غیر مطبوعہ مکاتیب کا ایک مختصر سا مجموعہ مرتب جناب محمد دین شوق صاحب بعنوان "مکتوبات مدنیہ" بھی شریک اشاعت ہے (جسے بعد میں الگ سے بھی پاکستان کے ایک مکتبہ نے شائع کر دیا ہے) اس مجموعہ کا تیسرا مکتوب جوڈربن افریقہ کے کسی صاحب کے جواب میں ۲۲ صفر ۱۳۵۳ھ کو لکھا گیا ہے اس میں امام مہدی آخر الزماں کے بارے میں حضرت شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں "حضرت امام مہدی قیامت سے پہلے بلکہ نزول عیسیٰ علیہ السّلام اور خروج دجال وفتنۂ یاجوج و ماجوج ودابۃ الارض وطلوع شمس من المغرب وغیرہ سے پہلے ظاہر ہوں گے" قیامت میں تو تمام انبیاء اور اولیاء کا اجتماع ہو گا حضرت مہدی دنیا میں مذہب اسلام کی زندگی اور اس کی تقویت کے باعث ہوں گے وہ اس وقت میں ظہور فرمائیں گے جب دُنیا ظلم وستم سے بھر گئی ہو گی اُن کی وجہ سے دنیا عدل و انصاف دین و ایمان سے بھر جائے گی، اُن کا

اور اُن کے باپ کا نام جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نام اور آپ کے والد ماجد[1] کے نام کے مطابق ہوگا، صورت بھی آپ کی صورت کے مشابہ ہوگی، آپ ہی کی اولاد سے ہوں گے یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نسل میں سے۔

مکّہ معظّمہ میں ظاہر ہوں گے اوّل جو جماعت ان کے ہاتھ پر بیعت کرے گی وہ تین سو تیرہ آدمی ہوں گے، حسبِ[2] عدد اصحاب بدر و اصحاب طالوت، لوگوں میں یکبارگی انقلاب پیدا ہوگا، حجاز کی اصلاح کے بعد سیریہ اور فلسطین وغیرہ کی اصلاح کریں گے، دارالسلطنت بیت المقدس ہوگا، ان کی حکومت پانچ یا سات یا نو برس ہوگی، اس بارہ میں صحیح روایتیں تقریباً چالیس میری نظر سے گزری ہیں اور حسن و ضعیف بہت زیادہ ہیں، ترمذی شریف، مستدرک حاکم، ابوداؤد، مسلم شریف وغیرہ میں یہ روایات موجود ہیں۔ آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ اگر قیامت آجانے میں صرف ایک دن باقی رہ جائے گا جب بھی اللہ تعالیٰ مہدی کو ضرور ظاہر کرے گا اور قیامت اُن کے بعد لائے گا، لہٰذا اس میں بجز تسلیم کے کوئی چارہ نہیں بہت سے جھوٹوں نے اب تک مہدی ہونے کا دعوٰی کیا، مگر کسی میں یہ علامتیں نہیں پائی گئیں جو مہدی موعود کے متعلّق ذکر کی گئی ہیں۔

مَیں نے مالٹا جانے سے پہلے مدینہ منوّرہ کے کُتب خانہ میں تلاش کرکے صحیح صحیح روایتیں جمع کی تھیں مگر افسوس کہ وہ رسالہ روسی انقلاب میں جاتا رہا، اب میرے پاس وہ نہیں رہا اور جن لوگوں نے اس کو نقل کیا تھا وہ بھی وفات پاگئے اور رسالہ بھی پھر مل نہ سکا۔[3]

اس مکتوب سے پہلے نہ کسی سے سنا تھا اور نہ ہی کسی تحریر میں دیکھا تھا کہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی اس موضوع پر کوئی تالیف ہے اس لیے فطری طور پر اس نئے انکشاف پر بے حد مسرّت ہوئی اور ساتھ ہی دل میں یہ خواہش بھی مچلنے لگی کہ اے کاش کسی

---

[1] کتابت کی غلطی سے مدنی واقبال نمبر میں، آپ کے والد ماجد کی بجائے آپ کی والدہ ماجدہ ہے۔

[2] مدنی واقبال نمبر میں حسب وعدہ ہے جو قطعی طور پر کتابت کی غلطی ہے۔

[3] ماہنامہ الرّشید ساہیوال مدنی واقبال نمبر ص ۳۴۸ مطبوعہ ۱۳۹۸ھ

کسی طرح یہ قیمتی رسالہ دستیاب ہوجاتا تو اُسے شائع کر دیا جاتا، لیکن حضرت کے اس آخری جملے سے کہ اب میرے پاس وہ نہیں رہا... اور رسالہ پھر مل نہ سکا" ایک طرح کی مایُوسی طاری ہوجاتی، اسی بیم ورجاء اور اُمیدی نا اُمیدی کی ملی جلی کیفیّت کے ساتھ اس دُرِّ مکنون کی طلب و تحصیل کی تدبیریں سوچنے لگا، ایک دن اچانک دل میں یہ بات آئی کہ اس انقلاب میں حضرت کا سارا اثاثہ حکومت نے ضبط کرلیا تھا، اس لیے ممکن ہے کہ اس ضبطی کے بعد آپ کی کتابیں اور دیگر کاغذات کسی سرکاری کُتب خانے میں جمع کر دیے گئے ہوں اس موہوم خیال نے دھیرے دھیرے جڑ پکڑ لی اور نا اُمیدی پر اُمید کا غلبہ ہوگیا۔ بالآخر اس خیال کا اظہار اپنے لائق صد احترام اور مشفق مہربان رفیق بلکہ بزرگ صاحبزادۂ محترم مولانا سیّد ارشد مدنی اعلی اللہ مراتبہ سے کیا اور ان سے عرض کہ حرمین شریفین کے سفر میں اہم سرکاری کُتب خانوں میں پتہ لگائیں عین ممکن ہے کہ کہیں یہ گمشدہ رسالہ مل جائے چونکہ مولانا موصوف کو حضرت شیخ قدس سرّہ کے بعض تلامذہ کے ذریعہ یہ بات پہنچی تھی کہ دورانِ درس حضرت نے اس رسالہ کا تذکرہ فرمایا تھا، اس لیے اس تراث علمی کی جس کے وہ سچے حقدار ہیں انہیں خود طلب و جستجو کی فکر تھی، چنانچہ حسبِ معمول عمرہ وزیارت کے لیے شعبان میں حرمین شریفین حاضر ہُوئے تو اہلِ علم و خبر سے اس سلسلے میں معلومات کیں مگر کہیں کوئی سراغ نہ مل سکا، دوسرے سال پھر جب جانا ہُوا تو مزید معلومات حاصل کیں، وہاں مقیم بعض لوگوں نے نشاندہی کی کہ اگر یہ رسالہ ضائع نہیں ہُوا ہے تو اندازہ ہے کہ مکتبہ الحرم مکّہ معظّمہ میں ضرور ہوگا۔ مولانا موصوف مکتبۃ الحرم پہنچ گئے اور خدا کی قدرت کہ مخطوطات کی فہرست میں یہ مل گیا اور خود حضرت شیخ الاسلام قدس سرّہٗ کے ہاتھ کا لکھا ہُوا، چنانچہ اس کا فوٹو لے لیا، اس طرح تقریباً پون صدی کی گمنامی کے بعد یہ نادر و قیمتی علمی سرمایہ دوبارہ معرضِ ظہور میں آگیا۔

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کے مکتوب سے پتہ چلتا ہے کہ یہ رسالہ امام مہدی سے متعلّق صحیح چالیس احادیث پر مشتمل تھا اور لوگوں نے اس کی نقل بھی لی تھی مگر دستیاب مخطوطہ میں کل ۳۷ احادیث ہیں پھر اس میں متعدد مقامات پر حک و فک بھی ہے بعض جگہ سبقت

قلمی بھی ہے، اس لیے اندازہ یہ ہے کہ یہ مبیضہ کی بجائے اصل مسوّدہ ہے، واللہ اعلم بالصواب مہدی موعود سے متعلّق بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں بعض نہایت مفصّل اور ضخیم بھی ہیں لیکن یہ مختصر رسالہ اس اعتبار سے خاص اہمیّت و افادیت کا حامل ہے کہ اس میں صرف احادیث صحیحہ کو جمع کیا گیا ہے جبکہ دوسری کتابوں میں اس کا التزام نہیں ہے علاوہ ازیں امام ابن خلدون نے اپنے مقدمہ میں مہدیٔ موعود سے متعلّق وارد احادیث پر جو ناقدانہ کلام کیا ہے جس سے متأثر ہو کر بہت سے اہلِ علم بھی مہدی موعود کے ظہور کے بارے میں منکر یا متردد ہیں، حضرت شیخ نے علّامہ ابن خلدون کے اُٹھائے ہُوئے سارے اعتراضات کا اسمائے رجال اور اُصول محدثین کی روشنی میں جائزہ لے کر مدلّل طور پر ثابت کر دکھایا ہے کہ ان کے یہ اعتراضات دُرست نہیں ہیں اور بلا ریب اس باب میں منقول بہت سی احادیث صیح و حجت ہیں اس لیے یہ رسالہ بقامت کہتر و بقیمت بہتر کا صحیح مصداق ہے۔

احقر نے اپنی بضاعت و ہمّت کے مطابق اس نادر و بیش بہا علمی تحفہ کو مفید سے مفید تر بنانے کی پُوری کوشش کی ہے۔ حضرت شیخ الاسلام قدس سرّہٗ نے جن کُتبِ حدیث سے احادیث نقل کی ہیں اُن کی جلد و صفحہ کا حوالہ دے دیا ہے، اسی طرح رجالِ سند پر حضرت نے جہاں جہاں کلام کیا ہے اس کا حوالہ نقل کر دیا ہے اور حسبِ ضرورت بعض رجال پر حضرت کے مختصر کلام کی تفصیل کر دی ہے بعض احادیث کے بارے میں نشاندہی کر دی ہے کہ کن کن ائمہ حدیث نے ان کی تخریج کی ہے غریب و مشکل الفاظ کی کتبِ لغت سے تشریح بھی نقل کر دی ہے اسی کے ساتھ رسالہ کو مکمّل تر بنانے کی غرض سے بطورِ تکملہ آخر میں چند احادیث صحیحہ کا اضافہ بھی کیا گیا ہے پھر اس قیمتی علمی سرمایہ کو مفید عام بنانے کی غرض سے تمام حدیثوں کا ترجمہ بھی کر دیا ہے۔

والحمد لله الذی بنعمته تتم الصالحات وصلی الله علی النبی الکریم
وعلی جمیع اصحابه وبارك وسلّم

پاکستان کا سب سے زیادہ فروخت ہونے والا

قرشی

جوھر جوشاندہ

فلو، نزلہ، زکام اور گلے کی خراش کا مؤثر علاج

صدیوں سے آزمودہ جوشاندہ
اب فوری حل ہونے والے انسٹنٹ
جوھرجوشاندہ کی شکل میں۔
ترکیبِ استعمال: ایک کپ گرم
پانی یا چائے میں ایک پیکٹ
جوھرجوشاندہ ملائیں
اور جوشاندہ تیار۔
دن میں دو یا تین پیکٹ
جوھرجوشاندہ
استعمال کریں۔

تحقیق کی روایت
معیار کی ضمانت

قرشی

آسان استعمال
مؤثر علاج

(قسط:۲)

فضیلت کی راتیں

مولانا نعیم الدّین صاحب، فاضل و مدرس جامعہ مدنیہ

شبِ معراج مشہور قول کے مطابق بعثتِ نبوی کے گیارہویں سال رجب کی ستائیسویں شب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ واقعہ معراج پیش آیا جس کی تفصیل احادیث و سِیَر کی کتابوں میں مذکور ہے اس شب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ اعزاز حاصل ہُوا کہ آپ مسجدِ حرام سے مسجد اقصٰی تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے تمام انبیاء کرام کی نماز میں امامت کی، پھر وہاں سے ساتوں آسمانوں جنّت جہنّم کی سیر کرتے ہُوئے آپ بارگاہِ الٰہی میں تشریف لے گئے اور زیارتِ خداوندی نیز ذاتِ باری تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف حاصل کیا، اسی موقعہ پر آپ کو دن و رات میں پانچ نمازیں ادا کرنے کا حکم ہُوا اور آپ بارگاہِ الٰہی سے یہ عطیہ اُمّت کے پاس لائے ـــــ اس لحاظ سے یہ شب انتہائی افضل و مُبارک شب ہُوئی۔

لیکن یہ بات سمجھنے کی ہے کہ یہ افضلیت و شرف صرف اُسی ایک شب کو حاصل ہُوا جس میں واقعہ معراج پیش آیا تھا نہ کہ ہر سال کے رجب کی ستائیسویں شب کو، لہٰذا ہر سال کے رجب کی ستائیسویں شب کو افضل سمجھنا صحیح نہیں، شاید یہی وجہ ہے کہ کسی بھی صحیح یا حسن یا اقل درجہ کی ضعیف حدیث[۱] میں رجب کی ستائیسویں شب کی فضیلت یا اس کے متعلّق کوئی خاص عمل نہیں آیا نہ ہی اسلاف سے اس شب میں کوئی خاص عمل متوارث ہے، اس لیے چاہیے تو یہ کہ اپنی طرف سے اس شب میں کسی بھی قسم کا کوئی خاص عمل نہ اپنایا جائے، لیکن دیکھنے میں آرہا ہے کہ بہت سے لوگ اس شب کی فضیلت کا اعتقاد

---

[۱] ماہ رجب المرجب کی ستائیسویں شب کے متعلّق جو احادیث آئی ہیں ان روایات کی جانچ پرکھ علّامہ ابن حجر عسقلانی رح نے تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب" میں شیخ عبدالحق محدّث دہلوی نے "ماثبت بالسنّۃ" میں کی ہے اہل علم وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

رکھتے ہوئے خاص قسم کے اعمال کرتے ہیں، ذیل میں ان اعمال کو ذکر کر کے اُن کا مختصر تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

رجبی کا بیان

حضرت مولانا مفتی سیّد عبد الکریم گمتھلوی خلیفہ مجاز حضرت تھانوی رحمہما اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

" رجب کی ستائیسویں رات کو معراج شریف کا تذکرہ کیا جاتا ہے اور دھوم دھام سے جلسے ہوتے ہیں جن میں فضول خرچی اور بیجا زینت اور ضرورت سے کہیں بڑھ کر روشنی وغیرہ ہوتی ہے۔ شریعت میں اس ہیئتِ متعارفہ کی کوئی اصل نہیں بلکہ فضول خرچی وغیرہ کی صاف طور پر ممانعت اور سخت مذمّت وارد ہوئی ہے اور اگر کوئی مجمع ان خرافات سے پورا پرہیز رکھ کر کیا جاوے تب بھی کم از کم دن کی تعیین کا تو گناہ ہے ہی کیونکہ اس تذکرہ کے واسطے شریعت نے کوئی دن معین نہیں فرمایا

دوسرے قاعدہ ہے کہ اگر کسی غیر ضروری فعل سے دوسرے لوگوں کے عقائد بگڑنے کا اندیشہ ہو تو اس فعل کو بالکل ترک کر دیا جائے گا۔ اس واسطے ترک منکرات کے باوجود بھی ایسی مجلسوں کی اجازت نہیں ہوسکتی جیسا کہ ہم ربیع الاوّل کے بیان میں مفصل لکھ چکے ہیں اور بعض لوگ جو کہہ دیا کرتے ہیں کہ فضیلت کے ایّام کا دھیان نہیں رہتا اور نہ فضیلت ذہن نشین ہوتی ہے جب تک کہ موقع پر اس کی تفصیل نہ کی جاوے اس واسطے جن دنوں میں کوئی فضیلت ہو اُنکا بیان خاص خاص موقعوں پر مفصّل سُنانے کی ضرورت ہے تاکہ بے خبر لوگوں کو پتہ لگ جائے اور جو پیشتر سے واقف ہیں اُن کو یاد دہانی ہو جاوے۔

سو اس کا ایک جواب تو وہی ہے جو ابھی مذکور ہوا یعنی اگر اس یاد دہانی سے کسی خرابی کا اندیشہ نہ ہوتا اور کوئی امر منکر بھی شامل نہ ہوتا تو اس میں فی نفسہٖ مضائقہ نہ تھا لیکن جب خرابیِ عقائد کی نوبت آگئی تو منع کرنا لازم ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یاد دہانی کے واسطے نہ کسی دن کو خاص کرنے کی ضرورت نہ کسی ہئیتِ خاصہ کی حاجت ہے نہ اہتمامِ مجمع کی، جب موقع ہو اہلِ علم اپنے طور پر وعظ وغیرہ میں ذکر کر دیں جیسا کہ شبِ قدر وغیرہ کے متعلق معمول ہے۔

غرض یہ کہ ذکر معراج شریف تو باعث ثواب ہے اور اس سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت اور محبّت بڑھتی ہے اور واقعہ معراج سے جو احکام معلوم ہوتے ہیں اور اس میں جو جو حکمتیں ہیں اگر اُن کا بیان بھی کیا جاوے تو سونے پر سہاگہ ہو جائے۔ لیکن اس کے واسطے خاص ماہ رجب کی تخصیص کرنا بلکہ ستائیسویں شب کو لازم قرار دینا حدودِ شرعیہ سے تجاوز اور بدعت ہے۔

وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَّکُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ اور اگر اس میں ریاء، تفاخر، اسراف وغیرہ شامل ہو جائیں تو کریلا اور نیم چڑھا کا مصداق بن جاتا ہے۔ خوب سمجھ لو، حق تعالیٰ فہمِ سلیم اور اتباعِ سُنّت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔[1]

ہزاری روزے کا بیان

عام لوگ رجب کی ستائیسویں تاریخ کو روزہ رکھنے کا ثواب ایک ہزار روزہ کے برابر سمجھتے ہیں۔ اسی واسطے اس کو ہزاری روزہ کہتے ہیں مگر یہ فضیلت ثابت نہیں کیونکہ اکثر روایات تو اس بارے میں موضوع ہیں اور بعض جو موضوع نہیں، وہ بھی بہت ضعیف ہیں اس لیے اس روزہ کے متعلق سُنّت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایسا ہُوا کہ بعض لوگ ۲۷ رجب کو روزہ رکھنے لگے، جب آپ کو اس کا علم ہُوا تو آپ نے اُن سے زبردستی روزے کھلوائے، چنانچہ حدیث میں آتا ہے۔

"عَنْ خَرْشَۃَ بْنِ الْحُرِّ قَالَ رَأَیْتُ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ یَضْرِبُ اَکُفَّ الرِّجَالِ فِیْ صَوْمِ رَجَبٍ حَتّٰی یَضَعُوْھَا فِی الطَّعَامِ وَیَقُوْلُ رَجَبٌ وَمَا رَجَبٌ شَھْرٌ یُعَظِّمُہُ الْجَاھِلِیَّۃُ فَلَمَّا جَاءَ الْاِسْلَامُ تُرِکَ"[2]

حضرت خرشہ بن حر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ رجب کے روزہ داروں کو پکڑ کر کھانا کھلاتے تھے اور فرماتے تھے یہ رجب، یہ رجب کیا چیز ہے؟ سُنو رجب وہ مہینہ ہے جسے ایّامِ جاہلیّت میں معظّم مانا جاتا تھا، لیکن اسلام نے آکر اس کو ترک کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول و عمل کی موجودگی میں بہتر یہی ہے کہ ستائیسویں رجب کا روزہ نہ رکھا جائے کیونکہ اگر اس کی فضیلت ثابت ہوتی یا یہ مسنون ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے منع نہ فرماتے بلکہ خود رکھتے اور دوسروں کو ترغیب دیتے۔

رجب کی ستائیسویں شب میں چراغاں کرنا

بہت سے لوگ رجب کی ستائیسویں شب کو چراغاں کرتے ہیں۔ چنانچہ کچھ تو چھتوں پر موم بتیاں جلاتے ہیں اور کچھ بجلی کی چھوٹی بتیاں روشن کرتے ہیں۔ اس کام

---

[1] بارہ مہینوں کے فضائل و احکام، ص: ۲۷، ۲۸۔

[2] رواہ ابن ابی شیبۃ والطبرانی فی الاوسط، بحوالہ ماثبت بالسنۃ۔ ص: ۳۴۰

میں جہاں اسراف اور فضول خرچی ہوتی ہے وہیں عقائد بھی خراب ہوتے ہیں۔

ایک خاتون سے میں نے پوچھا کہ خالہ آپ یہ موم بتیاں کیوں جلاتی ہیں۔ وہ بولیں کہ "اس رات ہمارے نبی کی سواری گزرتی ہے۔" غور کا مقام ہے کہ لوگوں کے عقائد واعمال میں کہاں تک خرابی آ چکی ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم تمام ایسے کام چھوڑ دیں جو شریعت سے ثابت نہیں۔ کیونکہ ایسے کام کرنے سے ثواب ملنا تو بہت دور رہا، اُلٹا گناہ ہوتا ہے

تنبیہ یہ بات بھی قابلِ لحاظ ہے کہ ہم لوگوں نے تو قطعی اور یقینی طور پر رجب کی ستائیسویں شب ہی کو شبِ معراج تصوّر کر رکھا ہے حالانکہ شبِ معراج کے مہینہ کی تعیین میں علماء کے پانچ اقوال ملتے ہیں۔

① بعض کے نزدیک شبِ معراج ربیع الاوّل میں ہوئی ہے۔

② بعض کے نزدیک ربیع الآخر میں ہوئی ہے۔

③ بعض کے نزدیک رجب میں ہوئی ہے۔

④ بعض کے نزدیک رمضان میں ہوئی ہے۔

⑤ بعض کے نزدیک شوال میں ہوئی ہے۔

چنانچہ علّامہ سیّد محمدؒ زرقانیؒ (متوفی تحریر فرماتے ہیں۔

"وَلَمَّا كَانَ فِيْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ اَوِ الْاٰخِرِ اَوْ رَجَبٍ اَوْ رَمَضَانَ اَوْ شَوَّالٍ اَقْوَالٌ خَمْسَةٌ (اُسْرِىَ بِرُوْحِهٖ وَجَسَدِهٖ يَقْظَةً)" [1]	جب ربیع الاوّل کا مہینہ ہوا، یا ربیع الآخر کا، یا رجب کا، یا رمضان کا یا شوال کا اس سلسلہ میں یہ پانچ اقوال ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رُوح مع الجسم بیداری کی حالت میں معراج کرائی گئی۔

ایسی صورت میں قطعی و یقینی طور پر یہ سمجھ لینا کہ شب معراج، رجب کی ستائیسویں شب ہی ہے انتہائی غلط ہے۔ اسی کے ساتھ ہمیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ واقعہ معراج مشہور قول کے مطابق

---

[1] الزرقانی شرح المواہب اللدنیہ، ج ۱، ص: ۳۵۵

بعثت کے گیارہویں سال پیش آیا ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم تقریباً بارہ سال حیات رہے ہیں، کیا آپ نے ان بارہ سالوں میں اس شب میں کوئی خاص عمل کیا ہے یا لوگوں کو ترغیب دی ہے؟ احادیث و سیر کی کتابوں پر نظر ڈالیے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ سب کُتب اس سلسلہ میں خاموش ہیں، اسی طرح صحابہ کرام کے سو سالہ دَور پر نظر ڈالیے وہاں بھی اس شب کے متعلّق کچھ نظر نہیں آتا، آگے تابعین و تبع تابعین کا دور بھی اس سے خالی نظر آتا ہے۔ الغرض قصّہ مختصر یہ ہے کہ چونکہ اس شب کی بابت احادیث مُبارکہ میں نہ کوئی خاص نماز آئی اور نہ روزہ رکھنا اور چراغاں کرنا اس لیے ہمیں اس شب کی فضیلت کا اعتقاد رکھتے ہوئے اِن اُمور کی انجام دہی سے گریز کرنا چاہیے اور سلفِ صالحین کے طریقہ کو اپنانا چاہیے کہ اُسی میں فلاح اور نجات ہے۔

شبِ برات

ماہِ شعبان المعظّم میں ایک رات آتی ہے جو بڑی فضیلت و بزرگی والی رات ہے جلیل القدر تابعی حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ (متوفیٰ ۱۰۳ھ) فرماتے ہیں۔

"مَا مِنْ لَيْلَةٍ بَعْدَ لَيْلَةِ الْقَدْرِ أَفْضَلُ مِنْ لَيْلَةِ نِصْفِ شَعْبَانَ"۔ [1]

لیلۃ القدر کے بعد شعبان کی پندرہویں شب سے زیادہ کوئی رات افضل نہیں۔

اس رات کے کئی نام ہیں۔

(۱) لیلۃ المبارکۃ : برکتوں والی رات۔
(۲) لیلۃ الرحمۃ : اللہ تعالیٰ کی رحمتِ خاصہ کے نزول کی رات۔
(۳) لیلۃ الصك : دستاویز والی رات
(۴) لیلۃ البراءۃ : دوزخ سے چھٹکارا ملنے اور بَری ہونے کی رات

عرفِ عام میں اسے شبِ برات کہتے ہیں۔ شب کے معنیٰ فارسی میں رات کے ہیں اور برات عربی کا لفظ ہے جس کے معنیٰ بری ہونے اور نجات پانے کے ہیں، چونکہ اس رات رحمتِ خداوندی

---

[1] لطائف المعارف لابن رجب الحنبلی ص: ۱۴۵

کے طفیل لاتعداد انسان دوزخ سے نجات پاتے ہیں اس لیے اس رات کو "شبِ براءت" کہتے ہیں، یہ شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے، احادیثِ مُبارکہ میں اس شب کی بڑی فضیلت اور خصوصیات ذکر کی گئی ہیں پہلے ہم تفصیل سے وہ احادیث ذکر کرتے ہیں اس کے بعد جو احکام و مسائل اُن احادیث سے مستنبط ہوتے ہیں وہ ذکر کیے جائیں گے، آج کل چونکہ شبِ براءت کی فضیلت میں وارد ہونے والی احادیث کے متعلق یہ گمراہ کُن پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ "یہ احادیث سب کی سب یا تو موضوع و من گھڑت ہیں یا شدید قسم کی ضعیف ہیں۔" اس لیے ہم اِن احادیث کی سَنَدی حیثیت بھی تفصیل کے ساتھ حاشیہ میں ذکر کریں گے تاکہ اس گمراہ کُن پروپیگنڈہ کی اچھی طرح سے قلعی کھل جائے اور ان لوگوں کو سادہ لوح عوام کے گمراہ کرنے کا موقعہ نہ ملے، لیجیے، پہلے وہ احادیث ملاحظہ فرمایئے۔

اس شب میں کیا ہوتا ہے؟

① عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَلْ تَدْرِيْنَ مَا فِيْ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ يَعْنِيْ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ قَالَتْ مَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ فِيْهَا اَنْ يُكْتَبَ كُلَّ مَوْلُوْدِ بَنِيْ آدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا اَنْ يُكْتَبَ كُلَّ هَالِكٍ مِنْ بَنِيْ آدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَفِيْهَا تُنْزَلُ اَرْزَاقُهُمْ[1] (الحدیث)	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے اس رات یعنی شعبان کی پندرہویں شب میں کیا ہوتا ہے، اُنھوں نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کیا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا اس شب میں یہ ہوتا ہے کہ اس سال میں جتنے بھی پیدا ہونے والے ہیں وہ سب لکھ دیے جاتے ہیں اور جتنے اس سال مرنے والے ہیں وہ سب بھی اس رات میں لکھ دیے جاتے ہیں اور اس رات میں سب بندوں کے اعمال (سارے سال کے) اُٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات میں لوگوں کی مقررہ روزی اُترتی ہے۔

ـــــــــــــــــــــــــــــــ

[1] مشکوٰۃ، ص: ۱۱۵

(۲) عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ قَالَ اِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ دُفِعَ اِلٰى مَلَكِ الْمَوْتِ صَحِيْفَةٌ فَيُقَالُ اقْبِضْ مَنْ فِىْ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ فَاِنَّ الْعَبْدَ لَيَغْرِسُ الْغِرَاسَ وَيَنْكِحُ الْاَزْوَاجَ وَ يَبْنِى الْبُنْيَانَ وَ اَنَّ اسْمَهٗ قَدْ نُسِخَ فِى الْمَوْتٰى۔[1]

حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب شعبان کی پندرھویں شب ہوتی ہے تو خُدا کی طرف سے ایک فہرست ملک الموت کو دی جاتی ہے اور حُکم دیا جاتا ہے کہ جن جن لوگوں کا نام اس فہرست میں درج ہے اُن کی روحوں کو قبض کرنا، کوئی بندہ تو باغوں کے درخت لگا رہا ہوتا ہے کوئی شادی کرتا ہوتا ہے کوئی تعمیر میں مصروف ہوتا ہے حالانکہ اس کا نام مُردوں کی فہرست میں لکھا جا چکا ہوتا ہے۔

(۳) عَنْ عُثْمَانَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُغِيْرَةِ بْنِ الْاَخْنَسِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تُقْطَعُ الْاٰجَالُ مِنْ شَعْبَانَ اِلٰى شَعْبَانَ حَتّٰى اَنَّ الرَّجُلَ لَيَنْكِحُ وَيُوْلَدُ لَهٗ وَ قَدْ خَرَجَ اسْمُهٗ فِى الْمَوْتٰى۔[2]

حضرت عثمان بن محمدؒ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ساکنانِ ارض کی عمریں ایک شعبان سے دوسرے شعبان تک طے کی جاتی ہیں یہاں تک کہ انسان شادی بیاہ کرتا ہے اس کے بچّے پیدا ہوتے ہیں حالانکہ اس کا نام مردوں کی فہرست میں داخل ہو چکا ہوتا ہے۔

(۴) عَنْ رَاشِدِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

حضرت راشد بن سعدؒ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ شعبان

---

[1] لطائف المعارف، ص: ۱۴۸، ما ثبت بالسنۃ عربی اردو ص: ۳۵۳ طبع دار الاشاعت کراچی، مصنف عبد الرزاق، ج ۴، ص: ۳۱۷،

[2] جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری، ج: ۲۵، ص: ۶۵، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ج: ۱۶، ص: ۱۲۶، تفسیر القرآن العظیم لابن الکثیر ج: ۴، ص: ۱۳۷ - وقال حدیث مرسل۔

ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَيْتَ بَعْضَ نِسَائِكَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى يَـنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلٰى سَمَآءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِاَكْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ" [1]

سکتے ہیں؟ مَیں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مجھے یہ خیال ہُوا کہ شاید آپ کسی دوسری اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے ہیں، آپ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ شعبان کی پندرھویں شب آسمانِ دُنیا کی طرف نزولِ اجلال فرماتے ہیں اور بنو کلب کی بکریوں کے بالوں کے برابر لوگوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

شب برات میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف نظرِ رحمت فرماتے ہیں جس کی برکت سے سوائے چند افراد کے سب کی مغفرت ہوجاتی ہے

(۷) عَنْ اَبِیْ مُوْسَى الْاَشْعَرِیِّ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت فرماتے

---

[1] رواہ الترمذی وقال حدیث عائشۃ لانعرفہ الامن ھٰذا الوجہ من حدیث الحجاج وسمعت محمدًا یضعف ھذا الحدیث وقال یحیی بن ابی کثیر لم یسمع من عروۃ وقال محمد والحجاج لم یسمع من یحیٰی بن کثیر، ترمذی، ج:۱،ص: ۱۵۶ ۔ابن ماجہ ص: ۱۰۰، مسند احمد ج: ۶،ص: ۲۳۸، شعب الایمان للبیہقی، ج: ۳، ص: ۳۷۹، فضائل الاوقات، ص: ۱۳۰، مصنف ابن ابی شیبہ ج: ۱۰،ص: ۳۳۷ شرح السنۃ للبغوی، ج: ۴،ص: ۱۲۶ ــــ منتخب مسند عبد بن حمید ص: ۴۳۷ ۔ مشکوٰۃ ص: ۱۱۴، قال الالبانی وجملۃ القول ان الحدیث بمجموع ھذہ الطرق صحیح بلاریب والصحۃ تثبت باقل منھا عددًا مادامت سالمۃ من الضعف الشدید کما ھوالشان فی ھذا الحدیث الخ سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ۔ ج: ۳، ص: ۱۳۸، البانی کہتے ہیں۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ یہ حدیث ان تمام طُرُقْ کے سبب بلا شک وشُبہہ صحیح ہے اور صحتِ حدیث توان طُرُقْ سے بھی کم سے ثابت ہوجاتی ہے جب تک کہ وہ ضعفِ شدید سے سلامت رہے جیسا کہ اس حدیث کا معاملہ ہے (کہ اس کا ضعف شدید نہیں ہے، لہٰذا یہ تعددِ طُرُقْ کی وجہ سے صحیح ہے۔)

قَالَ اِنَّ اللّٰهَ لَيَطَّلِعُ فِىْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ"[1]

ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ شعبان کی پندرہویں رات نظر رحمت فرما کر تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ سوائے مُشرک اور کینہ ور کے،

(۸) عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "يَطَّلِعُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى اِلٰى خَلْقِهٖ فِىْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِجَمِيْعِ خَلْقِهٖ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ"[2]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ شعبان کی پندرہویں شب اپنی مخلوق کی طرف نظر رحمت فرما کر تمام مخلوق کی مغفرت فرما دیتے ہیں سوائے مشرک اور کینہ ور کے،

(۹) عَنْ اَبِىْ ثَعْلَبَةَ الْخُشَنِىْ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "اِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِطَّلَعَ اللّٰهُ اِلٰى خَلْقِهٖ فَيَغْفِرُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَيُمْلِىْ لِلْكَافِرِيْنَ وَ يَدَعُ اَهْلَ الْحِقْدِ بِحِقْدِهِمْ حَتّٰى

حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو خداوند عالم اپنی مخلوق پر نظرِ رحمت ڈال کر مُسلمانوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں، کافروں کو مہلت دیتے ہیں اور کینہ وروں کو اُن کے کینہ کی وجہ سے چھوڑ

---

[1] ابن ماجہ، ص: ۱۰۱، شعب الایمان للبیہقی ج: ۳، ص: ۳۸۲، فضائل الاوقات للبیہقی، ص: ۱۳۲، مشکوٰۃ، ص ۱۱۵، قال الالبانی فی تحقیقہ للمشکوٰۃ باسناد ضعیف، فیہ ابن لهیعة وهو ضعیف وقد اضطرب فی اسنادہ وفیہ انقطاع ایضاً لما نص علیہ المنذری لکن الحدیث قوی عندی لشوهدہ وقد ذکرتها فی تعلیقی علی رسالة الاخ محمد نسیب الرفاعی فی هٰذہ اللیلة، مشکوٰۃ محقق، ج: ۱، ص: ۴۰۹-

[2] رواہ البیہقی فی فضائل الاوقات ص: ۱۱۹، وقال محققہ عدنان عبد الرحمٰن اسناد حسن، و رواہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ یُوْحِی اللّٰهُ تَعَالٰی اِلٰی مَلَكِ الْمَوْتِ بِقَبْضِ كُلِّ نَفْسٍ یُرِیْدُ قَبْضَهَا فِیْ تِلْكَ السَّنَةِ"[۱]

کی پندرھویں شب کو اللہ تعالیٰ اُن تمام رُوحوں کو قبض کرنے کی تفصیل ملک الموت کو بتا دیتے ہیں جو اِس سال میں قبض کی جائیں گی۔

شبِ براءت میں اللہ تعالیٰ آسمانِ دُنیا پر نزول فرماتے ہیں اور چند افراد کے سوا باقی سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں

(۵) عَنْ اَبِیْ بَكْرِنِ الصِّدِّیْقِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَنْزِلُ اللّٰهُ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا لَیْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِكُلِّ شَیْءٍ اِلَّا رَجُلٌ مُشْرِكٌ اَوْ رَجُلٌ فِیْ قَلْبِهٖ شَحْنَآءُ"[۲]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی شب آسمانِ دُنیا کی طرف نزولِ اجلال فرماتے ہیں اور اس شب ہر کسی کی مغفرت کردی جاتی ہے سوائے مُشرک کے یا ایسے شخص کے جس کے دِل میں بغض ہو۔

(۶) عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْتُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَیْلَةً فَخَرَجْتُ فَاِذَا هُوَ بِالْبَقِیْعِ فَقَالَ اَكُنْتِ تَخَافِیْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰهُ عَلَیْكِ وَ رَسُوْلُهٗ قُلْتُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے پاس نہ پایا تو میں آپ کی جستجو میں نکلی، کیا دیکھتی ہوں کہ آپ جنت البقیع میں تشریف فرما ہیں۔ آپ نے فرمایا دائے عائشہ رض کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ خدا اور رسول تم پر زیادتی کر

---

[۱] اخرجہ الدینوری فی المجالسة روح المعانی، ج :۲۵، ص: ۱۱۳۔

[۲] شعب الایمان للبیہقی، ج :۳، ص : ۳۸۰، شرح السنة للبغوی ج :۴، ص: ۱۲۶ - قال الہیثمی رواہ البزار وفیہ عبدالملک بن عبدالملک ذکرہ ابن ابی حاتم فی الجرح والتعدیل ولم یضعفہ و بقیة رجالہ ثقات، مجمع الزوائد ج :۸، ص :۶۵، قال الالبانی لابأس باسنادہ، سلسلة الاحادیث الصحیحة، ج :۳، ص :۱۳۷۔

يَدَعُوْهُ". ۱؎ دیتے ہیں تاوقتیکہ وہ کینہ وری چھوڑ دیں

(۱۰) عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ "يَطَّلِعُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اِلٰى خَلْقِهٖ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِعِبَادِهٖ اِلَّا لِاثْنَيْنِ مُشَاحِنٍ وَّ قَاتِلِ نَفْسٍ". ۲؎

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شعبان کی پندرھویں شب اللہ عزوجل اپنی مخلوق کی طرف نظرِ رحمت فرماتے ہوئے سوائے دو شخصوں کے باقی سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں (۱) کینہ ور (۲) کسی کو ناحق قتل کرنے والا۔

(۱۱) عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

(حاشیہ صفحہ گزشتہ) البیھقی فی شعب الایمان (ج: ۳، ص: ۳۸۲) وقال وقد روینا ھذا من اوجہٍ وفی ذالك دلالة على ان للحديث اصلاً من حديث مكحول، ورواه ابن حبان فی صحیحه (ج، ۱۲، ص: ۴۸۱) وقال محققه شعيب الارنؤوط حديث صحيح بشواهده رجاله ثقات الا ان فيه انقطاعا مكحول لم يلق مالك بن يخامر" ورواه الطبرانی فی معجمه الكبير، ج: ۲۰، ص: ۹۱ وقال محققه حمدی عبدالمجيد السلفی قال شيخنا فی تعليقه على رسالة ليلة النصف من شعبان (ص: ۲) وهو حديث صحيح لشواهده الكثيرة ... فهذه الطرق الكثيرة لا يشك من وقف عليها ان الحديث صحيح لا سيما وبعض طرقه حسن لذاته" الخ قال الهيثمی رواه الطبرانی فی الكبير والاوسط ورجالهما ثقات، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۶۵،

۱؎ فضائل الاوقات للبیھقی، ص: ۱۲۱، شعب الایمان للبیھقی، ج: ۳، ص ۳۸۱

۲؎ مسند احمد، ج: ۲، ص: ۱۷۶ وقال الهيثمی فيه ابن لهيعة وهو لَيِّنٌ و بقية رجاله وثقوا، مجمع الزوائد ج ۸، ص: ۶۵ قال الالبانی "وهذا اسناد لا بأس به فی المتابعات والشواهد" سلسلة الاحاديث الصحيحة، ج: ۳، ص: ۱۳۶

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "اِذَا کَانَ لَیْلَۃُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لِعِبَادِہٖ اِلَّا لِمُشْرِکٍ اَوْ مُشَاحِنٍ" [1]

کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب شعبان کی پندرہویں شب ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ سوائے مُشرک اور کینہ ور کے باقی سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں

(۱۲) عَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ "یَطَّلِعُ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلٰی خَلْقِہٖ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لَھُمْ کُلَّھُمْ اِلَّا لِمُشْرِکٍ اَوْ مُشَاحِنٍ" [2]

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا شعبان کی پندرہویں شب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی مخلوق پر نظرِ رحمت فرماتے ہوئے سوائے مُشرک اور کینہ ور کے باقی سب کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔

(۱۳) عَنْ کَثِیْرِ بْنِ مُرَّۃَ الْحَضْرَمِیِّ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ لَیْلَۃِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ یَغْفِرُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ لِاَھْلِ الْاَرْضِ اِلَّا الْمُشْرِکَ وَالْمُشَاحِنَ" [3]

حضرت کثیر بن مرّہ رحمہ اللہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، شعبان کی پندرہویں شب اللہ عزّ وجل تمام اہلِ زمین کی مغفرت فرما دیتے ہیں سوائے مُشرک اور کینہ ور کے۔

شبِ براءت میں ایک منادی کی نداء

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسّلام سے روایت کرتے

---

[1] رواہ البزار، قال الهیثمی فیہ هشام بن عبد الرحمٰن ولم اعرفه و بقیة رجاله ثقات مجمع الزوائد ج: ۸، ص: ۶۵ - [2] رواہ البزار وقال الهیثمی فیہ عبد الرحمٰن بن زیاد بن انعم و ثقه احمد بن صالح وضعفه جمهور الائمة، وابن لهیعة لین، و بقیة رجاله ثقات، مجمع الزوائد ص ۶۵/۸۵

[3] رواہ البیهقی فی شعب الایمان (ج: ۳ ص: ۳۸۱) وقال هٰذا مرسل جید، مصنف ابن ابی شیبہ، ج: ۱۰، ص: ۴۳۸، مصنّف عبد الرزاق، ج: ۴، ص: ۳۱۶

قَالَ" اِذَا كَانَ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ نَادٰى مُنَادٍ هَلْ مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَلَهٗ؟ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِيَهٗ؟ فَلَا يَسْأَلُ اَحَدٌ شَيْأً اِلَّا اُعْطِيَ اِلَّا زَانِيَةٌ بِفَرْجِهَا اَوْ مُشْرِكٌ "[1]

ہیں کہ آپ نے فرمایا جب شعبان کی پندرھویں شب ہوتی ہے تو (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ کیا کوئی مغفرت کا طالب ہے کہ میں اُسکی مغفرت کر دُوں کیا کوئی مانگنے والا ہے کہ میں اُس کو عطا کروں اس وقت خُدا سے جو مانگتا ہے اس کو ملتا ہے سوائے بدکار عورت اور مُشرک کے۔

شبِ براءت میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم قبرستان تشریف لے گئے اور شب بیداری کی

⑮ قالت عائشة دخل عَلَيَّ رسول الله صلّى الله عليه وسلّم فوضع عنه ثوبيه ثم لم يستتم ان قام فلبسهما فاخذتني غيرةٌ شديدةٌ فظننتُ انه ياتي بعض صويحباتي فخرجت اتبعه فادركتُه بالبقيع ، بقيع الغرقد يستغفر للمؤمنين والمؤمنات والشهداء فقلتُ بابي و امي انتَ في حاجة ربك وانا في حاجة الدنيا فانصرفتُ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے پاس تشریف لائے اور اپنے کپڑے اُتارے، تھوڑی دیر گزرنے نہ پائی تھی کہ آپ نے اُن کو پھر پہن لیا، مجھ کو یہ خیال آیا کہ آپ اپنی ازواجِ مطہرات میں سے کسی اور کے پاس جا رہے ہیں اس لیے مجھے بہت غیرت آئی، میں آپ کے پیچھے پیچھے ہولی، جا کر دیکھا تو آپ جنت البقیع میں مسلمان مردوں اور عورتوں کے لیے استغفار کر رہے ہیں میں نے دل میں کہا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان جائیں آپ خدا کے کام میں مصروف

---

[1] رواہ البیھقی فی فضائل الاوقات (ص: ۱۲۵) وقال محققہ عدنان عبدالرحمٰن اسنادہ حسن و رواہ البیھقی فی شعب الایمان، ج: ۳، ص: ۳۸۳

فدخلتُ حجرتی ولی نفس عالٍ و لحقنی رسول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ وسلّم فقال "ما ھذا النفس یا عائشۃ "؟ فقالت بابی و امی اتیتنی فوضعتَ عنك ثوبیك ثم لم تستتم ان قمتَ فلبستَھما فاخذتنی غیرۃٌ شدیدۃٌ ظننتُ انك تأتی بعضَ صویحباتی حتی رأیتك بالبقیع تصنع ما تصنع ،قال "یا عائشۃ اکنتِ تخافین ان یحیف اللہ علیك ورسولہ بل اتانی جبریل علیہ السّلام فقال ھذہ اللیلۃ لیلۃ النصف من شعبان و للہ فیھا عتقاء من النّار بعدد شعور غنم کلب لا ینظر اللہ فیھا الیٰ مشرك ولا الیٰ مشاحنٍ ولا الیٰ قاطع رحمٍ ولا الی مسبلٍ ولا الیٰ عاقٍّ لوالدیہ ولا الیٰ مدمن خمر، قال ثم وضع

ہیں اور میں دُنیا کے کام میں، میں وہاں سے واپس اپنے حجرے میں چلی آئی (اس آنے جانے میں) میرا سانس پھول گیا، اتنے میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے آئے اور دریافت فرمایا یہ سانس کیوں پھول رہا ہے میں نے عرض کیا آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپ میرے پاس تشریف لائے اور آپ نے جلدی سے دوبارہ کپڑے پہن لیے، مجھ کو یہ خیال کر کے سخت رشک ہوا کہ آپ ازواجِ مطہرات میں سے کسی اور کے پاس تشریف لے گئے ہیں نوبت یہاں تک پہنچی کہ میں نے آپ کو خود بقیع غرقد میں جا دیکھا کہ آپ کیا کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا، عائشہ کیا تمہارا یہ خیال تھا کہ خدا اور خُدا کا رسول تمہارا حق ماریں گے ؟ (اصل بات یہ ہے کہ) جبریل علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ یہ رات شعبان کی پندرھویں رات ہے اور خداوند عالم اس رات میں بہت سے لوگوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے جو کہ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں سے بھی زیادہ ہوتے ہیں، مگر اس میں خدا تعالیٰ، مُشرکین، کینہ ور، رشتے ناطے توڑنے والے ازار ٹخنوں سے نیچے رکھنے والے، ماں باپ کے نافرمان اور شراب کے عادی لوگوں

عنہ ثوبیہ فقال لی "یا عائشۃ
تأذنین لی فی قیام ھذہ اللیلۃ"
فقلت نعم بابی و امی
فقام فسجد لیلا طویلاً
حتی ظننت انہ قبض فقمت
التمسہ و وضعت یدی علی
باطن قدمیہ فتحرک ففرحت
و سمعتہ یقول "اعوذ بعفوک
من عقابک واعوذ برضاک من سخطک و
اعوذبک منک جل وجھک
لا احصی ثناءً علیک انت کما
اثنیت علی نفسک" فلما اصبح
ذکرتھن لہ فقال یا عائشۃ
تعلمتھن ؟ فقلت نعم فقال
تعلمیھن و علمیھن فان جبریل
علیہ السّلام علمنیھن و امرنی
ان اردد ھن فی السجود۔[1]

کی طرف نظرِ رحمت نہیں فرماتے، اسکے بعد آپ نے فرمایا، اے
عائشہ کیا تم مجھ کو اجازت دیتی ہو کہ آج رات قیام کروں میں
نے کہا کہ بیشک آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں آپکے قیام کے
بعد ایک طویل سجدہ کیا یہاں تک کہ مجھ کو خیال ہوا
کہ آپ کی وفات ہوگئی۔ میں نے چھونے کا
ارادہ کیا اور آپ کے تلووں پر اپنا ہاتھ رکھا
تو کچھ حرکت معلوم ہوئی، میں نے آپ کو
سجدہ میں یہ دُعا مانگتے سُنا "اَعُوْذُ بِعَفْوِكَ
مِنْ عِقَابِكَ وَاَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ
وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ جَلَّ وَجْهُكَ لَا اُحْصِیْ
ثَنَآءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَآ اَثْنَيْتَ عَلٰی نَفْسِكَ"
صُبح کو میں نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا
کہ اے عائشہ تم اس دُعا کو یاد کرو گی ؟ میں
نے عرض کیا کہ ضرور، آپ نے فرمایا کہ سیکھ لو،
مجھ کو یہ کلمات جبریل علیہ السّلام نے سکھائے
ہیں اور کہا ہے کہ سجدہ میں ان کو بار بار
پڑھا کرو۔

(۱۶) عن العلاء بن الحارث اَنَّ
عَائِشَۃَ قَالَتْ قَامَ رَسُوْلُ
اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
مِنَ اللَّیْلِ یُصَلِّیْ فَاَطَالَ
السُّجُوْدَ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّہٗ قَدْ

حضرت علاء بن حارث رحمہ اللہ سے روایت
ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا
کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم رات کو اُٹھے
اور نماز پڑھنے لگے اور اتنے لمبے سجدے
کیے کہ مجھے یہ خیال ہُوا کہ آپ کی وفات ہوگئی

---

[1] رواہ البیھقی فی شعب الایمان (ج:۳، ص:۳۸۴) وقال وھذا اسناد ضعیف وروی من وجہ آخر

قُبِضَ فَلَمَّا رَأَيْتُ ذَالِكَ قُمْتُ حَتّٰى حَرَّكْتُ اِبْهَامَهٗ فَتَحَرَّكَ فَرَجَعْتُ فَلَمَّا رَفَعَ اِلَيَّ رَأْسَهٗ مِنَ السُّجُوْدِ وَ فَرَغَ مِنْ صَلٰوتِهٖ قَالَ يَا عَائِشَةُ اَوْ يَا حُمَيْرَاءُ اَظَنَنْتِ اَنَّ النَّبِيَّ قَدْ خَاسَ بِكِ، قُلْتُ لَا وَاللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّنِيْ ظَنَنْتُ اَنَّكَ قُبِضْتَ لِطُوْلِ سُجُوْدِكَ فَقَالَ اَتَدْرِيْنَ اَيَّ لَيْلَةٍ هٰذِهٖ؟ قُلْتُ اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ هٰذِهٖ لَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَطَّلِعُ عَلٰى عِبَادِهٖ فِيْ لَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَيَغْفِرُ لِلْمُسْتَغْفِرِيْنَ وَيَرْحَمُ الْمُسْتَرْحِمِيْنَ وَيُؤَخِّرُ اَهْلَ الْحِقْدِ كَمَا هُمْ"[1]

ہے۔ میں نے جب یہ معاملہ دیکھا تو میں اُٹھی اور آپ کے پاؤں کے انگوٹھے کو حرکت دی، اس میں حرکت ہوئی، میں واپس لوٹ آئی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے سے سر اُٹھایا اور نماز سے فارغ ہوتے تو فرمایا اے عائشہ یا فرمایا اے حمیراء کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ (اللہ کا) نبی تمہاری حق تلفی کرے گا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخدا ایسی بات نہیں ہے، درحقیقت مجھے یہ خیال ہوا کہ شاید آپ کی وفات ہوگئی ہے کیونکہ آپ نے سجدے بہت لمبے کیے تھے۔ آپ نے فرمایا، جانتی بھی ہو یہ کونسی رات ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہی زیادہ جانتے ہیں فرمایا یہ شعبان کی پندرھویں شب ہے، اللہ عزّوجل اس رات اپنے بندوں پر نظرِ رحمت فرماتے ہیں، بخشش چاہنے والوں کی مغفرت فرماتے ہیں طالبینِ رحم پر رحم فرماتے ہیں اور کینہ وروں کو اُنکی حالت ہی پر چھوڑ دیتے ہیں۔

شب براءت میں شب بیداری اور صبح روزہ رکھنے کا حکم

(۱۷) عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِيْ طَالِبٍ قَالَ قَالَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب

[1] رواہ البیہقی فی شعب الایمان وقال هذا مرسل جید، ج:۳، ص: ۳۸۲

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب
وَسَلَّمَ " اِذَا کَانَتْ لَیْلَۃُ	شعبان کی پندرھویں شب آئے تو رات کو
النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا	نماز پڑھو اور اگلے دن روزہ رکھو، کیونکہ
لَیْلَھَا وَ صُوْمُوْا نَھَارَھَا	غروبِ شمس سے لے کر صبح صادق کے طلوع
فَاِنَّ اللّٰہَ یَنْزِلُ فِیْھَا لِغُرُوْبِ	ہونے تک اللہ تعالیٰ آسمانِ دُنیا پر رہتے
الشَّمْسِ اِلٰی سَمَآءِ الدُّنْیَا	ہیں اور فرماتے ہیں " ہے کوئی مجھ سے بخشش
فَیَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ لِّیْ	مانگنے والا کہ میں اُسے بخش دوں ؟ ہے کوئی
فَاَغْفِرَلَہٗ اَلَا مُسْتَرْزِقٌ	رزق طلب کرنے والا کہ میں اُسے رزق دے
فَاَرْزُقَہٗ اَلَا مُبْتَلًی	دوں ؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اُسے
فَاُعَافِیَہٗ اَلَا کَذَا اَلَا کَذَا حَتّٰی	مصیبت سے نجات دوں ؟ ہے کوئی ایسا،
یَطْلُعَ الْفَجْرُ " [1]	ہے کوئی ویسا "

شبِ براءت سے متعلق احکام و مسائل

نمبر ۱، مندرجہ بالا احادیث مبارکہ سے ثابت ہو رہا ہے کہ شبِ براءت ایک انتہائی فضیلت و بزرگی والی رات ہے اس رات کے متعلق دس جلیل القدر صحابۂ کرام سے روایات منقول ہیں جن کے اسماءِ گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت ابوبکر[1]، حضرت علی مرتضیٰ[2]، حضرت عائشہ صدیقہ[3]، حضرت معاذ بن جبل[4]، حضرت ابوہریرہ[5]، حضرت عوف[6] بن مالک، حضرت ابوموسیٰ[7] اشعری، حضرت عبداللہ[8] بن عمرو بن عاص، حضرت ابو ثعلبہ[9] خشنی، حضرت عثمان[10] بن ابی العاص رضی اللہ عنہم، اُن کے علاوہ جلیل القدر تابعین سے بھی بہت سی روایات منقول ہیں۔ ہم نے یہ روایات نمبروار ذکر کر کے ان کے متعلق جو نقد و جرح محدثین نے کی ہے وہ حاشیہ میں ذکر کر دی ہے، اس قدر کثیر روایات کی موجودگی میں بھی اگر کوئی اس شب کی فضیلت کا انکار کرتا ہے تو اُس کا نصیب

---

[1] ابن ماجہ ص: ۱۰۰، شعب الایمان للبیہقی، ج: ۳، ص: ۳۷۸ فضائل الاوقات للبیہقی، ص: ۱۲۲ -

؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

اہلِ سُنّت والجماعت ہمیشہ سے اس شب کی فضیلت و بزرگی کا اعتقاد رکھتے چلے آتے ہیں، چنانچہ علّامہ ابن الحاج مالکی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۲۷ھ) شبِ براءت کے متعلق اسلاف کا نظریہ لکھتے ہُوئے تحریر فرماتے ہیں

"ولا شك انها ليلة مباركة	اور کوئی شک نہیں کہ یہ رات بڑی بابرکت
عظيمة القدر عند الله تعالىٰ	اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی عظمت والی ہے
...... وكان السلف رضي	اور (ہمارے) اسلاف رضی اللہ عنہم اس کی
الله عنهم يعظمونها ويشمرون	بڑی تعظیم کرتے تھے اور اس کے آنے سے
لها قبل اتيانها، فما	پہلے ہی اس کے لیے تیاری کرتے تھے، جب
تأتيهم الا وهم متاهبون	یہ رات آتی تھی تو وہ اس کی ملاقات اور اس
للقائها والقيام بحرمتها	کی حُرمت و عظمت بجالانے کے لیے مستعد
على ما قد علم من	ہوتے تھے، کیونکہ یہ بات معلوم ہوچکی ہے
احترامهم للشعائر على	کہ وہ شعائر اللہ کا بہت احترام کرتے تھے
ما تقدم ذكره" [1]	جیسا کہ اس کا ذکر گزرچکا۔

یاد رہے کہ علّامہ ابن الحاج رحمہ اللہ کا یہ بیان کوئی معمولی حیثیّت نہیں رکھتا، آپ یہ بیان اس کتاب میں دے رہے ہیں جو آپ نے خاص کر بدعات کی تردید میں لکھی ہے اس میں آپ شبِ براءت کے متعلّق اسلاف کا نظریہ اور طریقہ ذکر کررہے ہیں کہ ہمارے اسلاف اس رات کی تعظیم کرتے تھے اور اُس کے آنے سے پہلے ہی اس کے لیے تیّاری کرتے تھے۔

نمبر ۲، اس شب میں بڑے بڑے اُمور انجام پاتے ہیں، یعنی اس[1] سال جتنے پیدا ہونے والے ہیں اُن کے نام لکھ دیے جاتے ہیں۔ ایسے[2] ہی جنھوں نے مرنا ہے اُن کے نام بھی لکھ دیے جاتے ہیں۔ اس[3] شب بندوں کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں۔ یعنی بارگاہِ خداوندی میں پیش کیے جاتے ہیں۔

---

[1] المدخل، ج: ۱، ص: ۲۹۲۔

اسی شب میں مخلوق کو جو اس سال رزق ملنا ہے وہ لکھ دیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

ایک شبہہ کا دفعیہ یہاں ایک شبہہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اُمور تو پہلے سے لوحِ محفوظ میں لکھے جا چکے ہیں پھر اس شب میں ان اُمور کے لکھے جانے کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس شب مذکورہ کاموں کی فہرست لوحِ محفوظ سے علیحدہ کرکے ان فرشتوں کے سپرد کر دی جاتی ہے جن کے ذمّہ یہ کام ہیں۔

ایک اعتراض اور اسکا جواب کچھ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ شبِ براءت میں جن اُمور کی انجام دہی کا ذکر کیا گیا ہے وہ صحیح نہیں اوّلاً تو اس لیے کہ یہ قرآن کی آیت فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ (اس رات میں ہر ایک کام جو حکمت پر مبنی ہے تصفیہ پاتا ہے) کے خلاف ہے اس لیے کہ اس سے مُراد مُفسرین نے لیلۃ القدر لی ہے۔ ثانیاً اس لیے کہ صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ ان اُمور کی انجام دہی لیلۃ القدر میں ہوتی ہے نہ کہ شبِ براءت میں اسی اعتراض کی بناء پر یہ لوگ شبِ براءت سے متعلق احادیث کا انکار کرتے ہیں۔ اس اعتراض کے مفسرین و محدثین نے بہت سے جواب دیے ہیں۔ یہاں ہم چند ایک ذکر کرتے ہیں حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ متوفیٰ (م ۱۰۱۴ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"ولا نزاع فی ان لیلة النّصف من شعبان یقع فیها فرق کما صرح به الحدیث و انما النزاع فی انها المرادة من الآیة والصواب انها لیست مرادة منها، و حینئذ یستفاد من الحدیث والآیة وقوع ذالك الفرق فی کل من اللتین اعلاما بمزید شرفهما	اس میں تو کوئی نزاع نہیں کہ شعبان کی پندرہویں شب میں مذکورہ امور انجام پاتے ہیں جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث (۱) سے صراحت ہو رہی ہے، البتہ اس میں نزاع ہے کہ آیۃ کریمہ (فیھا یفرق کل امر حکیم) سے شبِ براءت مراد ہے یا نہیں، درست بات یہی ہے کہ اس آیت سے شبِ براءت مراد نہیں اس وقت آیت کریمہ اور حدیث مُبارک سے یہ مستفاد ہوگا کہ ان اُمور کی انجام دہی دونوں راتوں ہی میں ہوتی ہے ان دونوں راتوں کی مزید شرف

و یحتمل ان یقع الفرق فی لیلۃ النصف مایصدر الی لیلۃ القدر ویحتمل ان یکون الفرق فی احداھما اجمالاً وفی الاُخریٰ تفصیلا، او تخص احداھما بالامور الدنیویۃ والاخریٰ بالامور الاخرویۃ وغیر ذالک من الاحتمالات العقلیۃ"[1]	بزرگی بتلانے کے لیے یہ[2] احتمال بھی ہے کہ پندرھویں شعبان میں ان اُمور کی انجام دہی کا فیصلہ ہوتا ہو جو لیلۃ القدر تک انجام پاتے ہیں۔ نیز[3] یہ احتمال بھی ہے کہ ان اُمور کی انجام دہی ایک شب میں اجمالاً ہوتی ہو، دوسری شب میں تفصیلاً، یہ[4] بھی ہوسکتا ہے کہ دونوں راتوں میں سے ایک کو اُمورِ دنیویہ کی انجام دہی کے ساتھ خاص کر دیا جائے اور دوسری کو اُمورِ اخرویہ کی انجام دہی کے لیے خاص کیا جائے اس کے علاوہ اور احتمالاتِ عقلیہ بھی نکل سکتے ہیں۔

علامہ قرطبی مالکی رحمہ اللہ (متوفی ۶۷۱ھ) فرماتے ہیں۔

"وقیل یبدأ فی استنساخ ذالک من اللوح المحفوظ فی لیلۃ البراءۃ و یقع الفراغ فی لیلۃ القدر"[2]	ایک قول یہ ہے کہ اِن اُمور کے لوحِ محفوظ سے نقل کرنے کا آغاز شبِ براءت میں ہوتا ہے اور اختتام لیلۃ القدر میں ہوتا ہے

علامہ آلوسی حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۲۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

" و روی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما تقضی الاقضیۃ لیلۃ النصف من شعبان وتسلم الیٰ اربابھا لیلۃ السابع والعشرین من	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تمام اُمور کے فیصلے تو شبِ براءت میں ہوتے ہیں اور جن فرشتوں نے ان اُمور کو انجام دینا ہے اُن کے سپرد رمضان کی ستائیسویں شب (لیلۃ القدر) میں

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ج:۳، ص ۱۹۵ [2] الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، ج:۱۶، ص ۱۲۸۔

شھرِ رمضان" [1]　　کیے جاتے ہیں۔

ان تصریحات کے بعد کسی قسم کا کوئی اعتراض باقی نہیں رہنا چاہیئے ہم چونکہ ظاہر بین ہیں اس لیے ہمیں شک و شبہہ اور تردد پیش آتا رہتا ہے، لیکن بارگاہِ الٰہی کے مقرب صاحبِ کشف اہل اللہ اپنے نورِ باطن سے بہت کچھ دیکھ لیتے ہیں اس لیے اُنھیں کسی قسم کا شک و تردد نہیں رہتا۔ اس سلسلہ میں ہم حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ایک کشف ذکر کرتے ہیں جس سے مذکورہ احادیث کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے۔

حضرت مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۳۴ھ کا کشف

حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت خواجہ محمّد ہاشم کشمی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں۔

"اسی طرح شعبان المعظّم ۱۰۳۳ھ کی پندرہویں شب کو جب آپ حرم سرا میں تشریف لے گئے تو آپ کی اہلیہ صاحبہ کی زبان سے یہ جملہ نکل گیا کہ "اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ آج کس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے۔ اور کس کا باقی رکھا گیا ہے یہ سُن کر حضرت مجدّد الف ثانی رح نے فرمایا کہ تم تو شک و شبہہ میں یہ بات کہہ رہی ہو لیکن اس شخص کی کیا حالت ہوگی جو بچشمِ خود دیکھتا ہو کہ اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا ہے۔" [2]

(اس میں اپنی جانب اشارہ تھا)

نمبر ۳، شبِ برات میں اللہ تعالیٰ عام معمول سے ہٹ کر مغرب کے بعد سے لے کر صبح صادق تک آسمانِ دُنیا پر نزولِ اجلال فرماتے ہیں اور اپنی مخلوق پر نظرِ رحمت فرماتے ہوئے لا تعداد انسانوں کی مغفرت فرما دیتے ہیں۔ البتہ کچھ محروم القسمت لوگ ایسے ہیں جو اس شب میں بھی نظرِ رحمت سے محروم رہتے ہیں۔

شبِ برات میں نظرِ رحمت سے محروم رہنے والے لوگ

(۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والا۔

(۲) کینہ رکھنے والا۔

(۳) کسی انسان کو ناحق قتل کرنے والا۔

---

[1] رُوح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ج: ۲۵، ص: ۱۱۳۔ [2] زبدۃ المقامات ص: ۲۸۵، یہ کتاب فارسی میں ہے ہم نے اسکا ترجمہ مولانا نوا حسین شاہ صاحب رح کی کتاب حضرت مجدّد الف ثانی رح ص: ۲۲۵ سے نقل کیا ہے۔

(۴) بدکار عورت۔

(۵) قطع رحمی کرنے والا یعنی رشتے ناطے توڑنے والا۔

(۶) تہبند، پاجامہ، ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا

(۷) والدین کا نافرمان

(۸) شراب خوری کی عادت رکھنے والا۔ وغیرہ وغیرہ

ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اپنے ان بُرے افعال سے جس قدر جلد ہو سکے توبہ کریں اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں کیونکہ زندگی کا کوئی پتہ نہیں کب ختم ہو جائے۔

ہو رہی عمر مثلِ برف کم رفتہ رفتہ چپکے چپکے دم بدم
خُدا کی یاد جوانی میں غافلو کر لو ورنہ وقتِ فضیلت تمام ہوتا ہے

نمبر۴، شبِ براءت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک منادی ندا کرتا ہے ـــ کہ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ مَیں اس کی مغفرت کر دُوں؟ ہے کوئی سائل کہ مَیں اُس کا سوال پُورا کر دوں؟ ہے کوئی رزق کا طالب کہ مَیں اُسے رزق دے دُوں؟ ہے کوئی مصیبت زدہ کہ مَیں اُس کی مصیبت و تکلیف کو دُور کر دُوں؟ ویسے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ندا ہر رات ہوتی ہے جیسا کہ دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے، لیکن شبِ براءت اور عام راتوں میں یہ فرق ہے کہ عام راتوں میں یہ ندا آخری تہائی رات میں ہوتی ہے اور شبِ براءت میں یہ ندا غروبِ آفتاب کے بعد ہی سے شروع ہو جاتی ہے، ہمیں چاہیے کہ اس رات کو غنیمت جان کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں، اللہ تعالیٰ کے حضور میں اپنی جائز حاجات پیش کریں، اس سے رزقِ حلال طلب کریں، اپنی مصیبت اور پریشانیوں کے دفعیہ کی دُعا کریں۔

شبِ جمعہ کی فضیلت میں یہ حدیث شریف گزر چکی ہے کہ پانچ راتوں میں دُعا قبول ہوتی ہے اُن میں سے ایک شبِ براءت ہے اس لیے اس رات خُوب الحاح وزاری کے ساتھ قبولیت کا اعتقاد رکھتے ہُوتے دُعا کریں ہماری اس سے بڑی اور کیا سعادت ہو گی کہ خود مولائے کریم فرمائیں کہ مانگو میں دینے کے لیے تیّار ہوں۔

نمبر۵، شبِ براءت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی شبِ بیداری کی، دوسرں

ا دیکھیے بخاری، ج: ۲، ص: ۹۳۶

کو بھی شب بیداری کا حکم دیا اور نہ صرف حکم دیا بلکہ جاگنے کی فضیلت بھی بتلائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"مَنْ قَامَ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهٗ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ"[۱]

جس نے شعبان کی پندرھویں شب میں اور دونوں عیدوں کی راتوں میں قیام کیا اس کا دِل اس دِن نہیں مرے گا جس دن (لوگوں کے) دل مَر جائیں گے۔

اسی لیے فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ شبِ براءت میں قیام کرنا یعنی رات کو جاگ کر اللہ کی عبادت کرنا مستحب ہے چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمہ اللہ (متوفی ۹۷۰ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"وَ من المندوبات احياء ليالى العشر من رمضان و ليلتى العيدين وليالى عشر ذى الحجة و ليلة النصف من شعبان كما وردت به الاحاديث و ذكرها فى الترغيب والترهيب مفصلة"[۲]	اور مستحبات میں سے ہے رمضان کی آخری دس راتوں میں، عیدین کی راتوں میں، ذی الحجہ کی پہلی دس راتوں میں اور شعبان کی پندرھویں رات میں شب بیداری کرنا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے، یہ احادیث "ترغیب و ترہیب" میں تفصیل سے مذکور ہیں۔

علامہ علاء الدین الحصکفی حنفی رحمہ اللہ متوفی (۱۰۸۸ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"ومن المندوبات ركعتا السفر والقدوم منه ..... واحياء ليلة العيدين والنصف من شعبان والعشر الاخير من رمضان والاول من ذى الحجة"[۳]	اور مستحبات میں سے ہے۔ سفر میں جاتے وقت اور واپس آکے دو رکعتیں پڑھنا اور عیدین کی رات میں، شعبان کی پندرھویں شب میں، رمضان کے آخری عشرہ میں اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں شب بیداری کرنا

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰۶۹ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"و ندب احياء ليلة النصف	اور مستحب ہے شعبان کی پندرھویں شب

۱؎ ۲؎ البحر الرائق، ج:۲، ص:۵۲ ۳؎ الدر المختار مع شرح رد المحتار ج:۲، ص:۲۴، ۲۵۔

من شعبان" الخ[1] میں شب بیداری کرنا۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۰۴ھ) تحریر فرماتے ہیں۔

"لا کلام فی استحباب احیاء لیلۃ البراءۃ بماشاء من العبادات و باداء التطوعات فیھا کیف شاء لحدیث ابن ماجہ والبیھقی فی شعب الایمان عن علی مرفوعًا . . . و فی الباب احادیث اُخر اخرجھا البیھقی و غیرہ علی مابسطھا ابن حجر المکی فی الایضاح والبیان دالۃ علی ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فی تلک اللیلۃ من العبادۃ والدعاء وزار القبور و دعا للاموات فیعلم بمجموع الاحادیث القولیۃ والفعلیۃ استحباب اکثار العبادۃ فیھا فالرجل مخیر بین الصلوٰۃ وغیرھا من العبادات فان اختار الصلوٰۃ فکمیۃ اعداد الرکعات وکیفیتھا مفوضۃ الیہ مالم یأت بما منعہ الشارع صراحۃً او اشارۃً"[2]	شبِ برأت میں بیدار رہ کر مختلف قسم کی نفلی عبادات کے اندر مشغول رہنے کے مستحب ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے دلیل اس کی ابن ماجہ اور بیہقی کی شعب الایمان میں حضرت علیؓ سے مرفوعًا مروی حدیث ہے اور اس سلسلہ میں دوسری احادیث بھی ہیں جن کو بیہقی وغیرہ نے روایت کیا ہے جیسا کہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ نے "الایضاح والبیان" میں تفصیل سے بیان کیا ہے، یہ تمام احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس رات کو زیادہ سے عبادات اور دُعائیں فرماتے تھے اور آپ نے زیارتِ قبور بھی کی تھی اور مُردوں کے لیے دُعا بھی کی تھی۔ ان تمام قولی و فعلی احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس شب زیادہ سے زیادہ عبادت کرنا مستحب ہے، ہر بندے کو اختیار ہے چاہے نماز پڑھے یا کوئی اور عبادت کرے، اگر وہ نماز پڑھنے کو اختیار کرے تو رکعتوں کی تعداد اور کیفیت میں بھی اس کو اختیار ہے درصورتیکہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے شارع علیہ السلام نے صراحتًا یا اشارتًا منع کیا ہو۔

[1] نور الایضاح مع شرح وحاشیہ طحطاوی، ص: ۳۲۵، طبع مصر [2] الآثار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، ص: ۷۳، ۷۴

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے، لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جاوے"۔[۱]

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ رقمطراز ہیں۔

"ان احادیث سے جس طرح اس مُبارک رات کے بیش بہا فضائل و برکات معلوم ہوتے اسی طرح یہ بھی معلوم ہوا کہ مُسلمانوں کے لیے اس رات میں اعمال ذیل مسنون ہیں۔

(۱) رات کو جاگ کر نماز پڑھنا اور ذکر و تلاوت میں مشغول رہنا۔

(۲) اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور عاقبت اور اپنے مقاصدِ دارین کی دُعا مانگنا"۔[۲]

اکابر اہلِ سُنّت، کا ہمیشہ سے اس رات میں شب بیداری کا معمول رہا ہے، علامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ (متوفیٰ ۷۹۵ھ) تلمیذ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

"و لیلة النصف من شعبان	اہلِ شام میں سے جلیل القدر تابعین مثلاً
کان التابعون من اهل الشام	حضرت خالد بن معدانؒ، حضرت مکحولؒ،
کخالد بن معدان و مکحول و	حضرت لقمان بن عامرؒ[۳] وغیرہ شعبان کی

---

[۱] زوال السنۃ عن اعمال السنۃ، ص: ۱۷ [۲] فضائل واحکام شبِ برات، ص: ۸۔

[۳] حضرت خالد بن معدان رحمہ اللہ اپنے وقت کے بہت بڑے محدث اور فقیہ تھے، ستر صحابۂ کرام کی زیارت سے مشرف تھے، شہرت سے گھبراتے تھے، علم کی دولت کے ساتھ عمل کی دولت سے مالامال تھے، دن بھر میں ستر ہزار تسبیح پڑھتے تھے، یزید بن عبدالملک کے دَور حکومت میں ۱۰۳ھ میں وفات پائی۔

حضرت مکحول شامی رحمہ اللہ اپنے وقت کے بہت بڑے حافظ الحدیث، فقیہ اور مجتہد تھے، بڑے بڑے علماء آپ کی جلالتِ علمی کے معترف تھے، آپ نے حضرت انس بن مالک، حضرت ابو ہند داری، حضرت واثلہ بن اسقع، حضرت ابوامامہ حضرت عبدالرحمٰن بن غنم، حضرت ابوجندل بن سہیل رضی اللہ عنہم سے براہِ راست احادیث کی سماعت کی ہے۔ آپ کے تلامذہ میں بڑے بڑے جلیل القدر علماء شامل ہیں۔ ۱۱۲ھ میں آپ کی وفات ہوئی ہے۔

حضرت لقمان بن عامر رحمہ اللہ، آپ حمص (شام) کے رہنے والے تھے، حضرت ابو درداء، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہم سے آپ نے حدیث کی سماعت کی ہے ابن حبان نے آپ کو ثقات میں لکھا ہے۔

لقمان بن عامر وغیرھم پندرہویں شب کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور
یعظمونھا ویجتھدون فیھا اس شب میں خوب مبالغہ کے ساتھ عبادت
فی العبادۃ وعنھم اخذ الناس کرتے تھے انہی حضرات سے لوگوں نے شبِ
فضلھا وتعظیمھا"[۱] براءت کی فضیلت و بزرگی کو اخذ کیا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ اخلاص کے ساتھ اس رات میں شب بیداری کریں اور خدا کو راضی کرنے کی کوشش کریں، جو لوگ اس رات کے قیام کو بدعت سمجھتے ہیں اُن کے معاملہ کو خدا کے حوالے کرکے اُن سے بچیں اور ہرگز اُن کے پروپیگنڈہ کا شکار نہ ہوں، سوچنے کی بات ہے جو عمل خود حضور علیہ السّلام سے ثابت ہو، اسلاف اس پر کاربند رہے ہوں۔ فقہائے کرام جسے مستحب قرار دے رہے ہوں وہ عمل بدعت ہوسکتا ہے؟ اگر ایسا عمل بھی بدعت ہے تو پھر سُنّت و مستحب کونسا عمل ہوگا۔؟

ع برین عقل و دانش بباید گریست

شبِ براءت میں شب بیداری کیسے کی جائے؟ حضرت حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی حنفی (متوفی ۱۰۶۹ھ) رحمہ اللہ ارشاد فرماتے ہیں۔

" ومعنی القیام ان یکون شب بیداری کا مطلب یہ ہے کہ اس رات
مشتغلا معظم اللیل وقیل کے اکثر حصّہ میں اور ایک قول کے مطابق
بساعۃ منہ یقرأ او یسمع القرآن کچھ حصّہ میں قرآن و حدیث کے پڑھنے یا سُننے
او الحدیث او یسبح او یصلی علی میں مشغول رہے یا تسبیح پڑھتا رہے، یا
النبی صلی اللہ علیہ وسلّم"[۲] نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام پر دُرود بھیجتا رہے۔

اس سے معلوم ہُوا کہ اس رات میں شب بیداری کے لیے کوئی خاص عبادت مقرّر نہیں ہے، طبعی نشاط کے ساتھ جس طرح بھی خُدا کو یاد کر سکیں کریں چاہے قرآن و حدیث کی تلاوت و سماعت میں مشغول رہیں چاہے تسبیح پڑھتے رہیں چاہے دُرود شریف پڑھتے رہیں چاہے نوافل پڑھتے رہیں بہت سے بزرگوں کا معمول صلوٰۃ التسبیح پڑھنے کا ہے اگر ہوسکے تو صلوٰۃ التسبیح پڑھ لیں اس کی احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔

---

[۱] لطائف المعارف، ص: ۱۴۴، [۲] نور الایضاح مع شرح و حاشیہ طحطاوی، ص: ۳۲۶۔

صلوٰۃ التسبیح

صلوٰۃ التسبیح کا طریقہ درج ذیل ہے۔ چار رکعت نماز نفل پڑھیں ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ اور دوسری سورت پڑھیں، پھر جب آپ پہلی رکعت میں قرأت سے فارغ ہوجائیں تو قیام ہی کی حالت میں پندرہ دفعہ پڑھیں سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پھر اس کے بعد رکوع کریں اور رکوع میں بھی یہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں پھر رکوع سے اُٹھ کر قومہ میں میں بھی یہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں، پھر سجدے میں چلے جائیں اور اس میں تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ کے بعد یہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں۔ پھر سجدے سے اُٹھ کر جلسہ میں یہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں پھر دوسرے سجدے میں بھی یہی کلمہ دس دفعہ پڑھیں، پھر دوسرے سجدے کے بعد بھی کھڑے ہونے سے پہلے یہ کلمہ دس دفعہ پڑھیں، چاروں رکعتیں اسی طرح پڑھیں اور اس ترتیب سے ہر رکعت میں یہ کلمہ پچھتر دفعہ پڑھیں۔ یہ نماز اکیلے اکیلے پڑھیں جماعت نہ کروائیں کیونکہ نفل نماز جماعت کے ساتھ پڑھنا مکروہ ہے۔ اس بات کا خاص خیال رکھیں کہ عشاء اور فجر کی نماز ضرور جماعت کے ساتھ ادا کریں، ایسا نہ ہو کہ نفلوں میں تو لگے رہیں اور فرائض چھوٹ جائیں۔

شب بیداری کے لیے مساجد میں اکٹھا ہونا؟

اس رات میں شب بیداری کرنا چونکہ صرف ایک مستحب عمل ہے اس لیے بہتر یہ ہے کہ یہ عمل تنہا کیا جائے اس کے لیے مسجدوں میں ہرگز اجتماع نہ کیا جائے۔ فقہاء کرام نے فضیلت کی راتوں میں شب بیداری کے لیے مسجدوں میں اجتماع کو مکروہ لکھا ہے، چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلۃ من ھذہ اللیالی فی المساجد" [1]	فضیلت کی راتوں میں شب بیداری کے لیے مساجد میں اجتماع مکروہ ہے۔

علامہ حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی الحنفی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں

"ویکرہ الاجتماع علی احیاء لیلۃ من ھذہ اللیالی المتقدم ذکرھا	فضیلت کی راتوں میں (جن کا پیچھے ذکر گزر چکا ہے) شب بیداری کے لیے اجتماع

[1] البحر الرائق ج: ۲، ص: ۵۲۔

فی المساجد وغیرھا لانہ لو	کرنا چاہے مسجدوں میں ہو یا کہیں اور بہر صورت
یفعلہ النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم	مکروہ ہے کیونکہ اس طرح نہ تو نبی علیہ الصلوٰۃ
ولا اصحابہ فانکرہ اکثر العلماء	والسّلام نے کیا اور نہ آپ کے صحابہ نے، اہل
من اھل الحجاز منھم عطاء و	حجاز کے اکثر علماء جن میں عطاء بن ابی رباح رح
ابن ابی ملیکۃ و فقھاء اھل	اور ابن ابی ملیکہ رح بھی شامل ہیں، نیز فقہاء
المدینۃ و اصحاب مالک و	اہلِ مدینہ اور امام مالک رح کے اصحاب نے
غیرھم و قالوا ذالک کلہ	اس کا انکار کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ
بدعۃ" [1]	بدعت ہے۔

علّامہ ابن رجب حنبلی رحمہ اللہ نے مساجد میں اجتماعی شب بیداری کے معاملہ میں اہلِ شام کے دو قول لکھے ہیں ایک استحباب کا اور دوسرا کراہت کا، دوسرے قول کو آپ نے ترجیح دی ہے، چنانچہ آپ لکھتے ہیں۔

"والثانی انہ یکرہ الاجتماع	دوسرا یہ کہ شب براءت میں مساجد کے
فیھا فی المساجد للصلٰوۃ	اندر کسی خاص نماز، وعظ اور دُعا کے لیے
والقصص والدعاء ولا یکرہ ان	اکٹھے ہونا مکروہ ہے، البتّہ اگر کوئی اکیلا
یصلی الرجل فیھا لخاصۃ نفسہ	اپنی نماز اِس رات مسجد میں پڑھے تو یہ
وھذا قول الاوزاعی امام اھل	مکروہ نہیں ہے یہی قول ہے امام اوزاعی رح
الشام و فقیھھم وعالمھم	کا جو اہلِ شام کے امام، فقیہ اور عالم ہیں
و ھٰذا ھوالاقرب ان	اور یہی قول دُرستگی کے زیادہ قریب ہے
شاء اللّٰہ تعالٰی" [2]	انشاء اللہ

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا یہ قول پیچھے گزر چکا ہے کہ ـــــ "اس شب میں بیدار رہ کر عبادت کرنا خواہ خلوت میں یا جلوت میں افضل ہے لیکن اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے"۔
دوسری بات یہ بھی ہے کہ آج کل کے ایسے اجتماع منکرات سے خالی نہیں ہوتے لوگ مسجد میں شور و شغب

[1] نور الایضاح مع حاشیہ طحطاوی، ص: ۳۲۶ [2] لطائف المعارف، ص: ۱۴۴

اور لہو و لعب میں لگ کر آدابِ مسجد کو پامال کرتے ہیں اور نیکی برباد گناہ لازم کا مصداق بنتے ہیں اس لیے اِن سے بچنا ہی بہتر ہے۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ بہت سے پڑھے لکھے لوگ جو اپنے آپ کو اہلِ حق میں سے سمجھتے ہیں وہ بھی عوامی رَو میں بہہ کر ان راتوں میں اہلِ بدعت کی طرح بڑے اہتمام کے ساتھ مساجد میں اجتماع کرتے ہیں، فالی اللہ المشتکیٰ

نمبر ۶، شبِ برائت میں نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام قبرستان تشریف لے گئے اور مُردوں کے لیے دُعاءِ مغفرت فرمائی، اس لیے اس رات میں قبرستان جانا اور اموات کے لیے دعاءِ مغفرت کرنا مستحب ہے۔

فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

"وافضل ایام الزیارۃ اربعۃٌ یوم الاثنین والخمیس والجمعۃ والسبت . . . وکذا فی اللیالی المتبرکہ لا سیما لیلۃ البراءۃ" [1]	زیارتِ قبور کے افضل دن چار ہیں، پیر، جمعرات، جمعہ، ہفتہ، اسی طرح متبرک راتوں میں بھی زیارتِ قبور افضل ہے بالخصوص شبِ برائت میں،

حضرت تھانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

"پندرہویں شب شعبان میں مُردوں کے لیے گورستان میں جاکر دُعا و استغفار کرنا مستحب ہے اور حدیث سے ثابت ہے۔" [2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اکیلے قبرستان تشریف لے گئے تھے، اس لیے اکیلے جائیں، جھتے اور جماعت بناکر نہ جائیں اور شریعت کے مطابق فاتحہ پڑھ کر واپس آجائیں اور صرف مرد جائیں، عورتیں نہ جائیں، عورتوں کا قبرستان جانا جائز نہیں ہے اور مرد بھی اس شب قبرستان جانے کو فرض و واجب کی طرح ضروری نہ سمجھیں۔

نمبر ۷، پندرہویں شعبان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے روزہ رکھنے کا حکم دیا ہے اس لیے اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔

حکیم الاُمّت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

---

[1] الفتاوی الہندیۃ ج : ۵، ص : ۳۵۰ [2] زوال السنۃ عن اعمال السنۃ، ص : ۱۷۔

"پندرہویں تاریخ شعبان کو روزہ رکھنا مستحب ہے"۔[۱]

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ شبِ برات کے اعمال مسنونہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"(۳) اس کی صبح کو یعنی پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا"۔[۲]

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں

"ماہ شعبان میں کسی تاریخ اور دن کا روزہ فرض اور واجب نہیں ہے اور تیرہ شعبان کے روزہ کی کوئی خاص فضیلت حدیث شریف سے ثابت نہیں ہے، البتہ یہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کو بیدار رہ کر عبادت میں مشغول رہو اور پندرہویں تاریخ کا روزہ رکھو، پس پندرہویں تاریخ شعبان کا روزہ مستحب ہے، اگر کوئی رکھے تو ثواب ہے اور نہ رکھے تو کچھ حرج نہیں ہے، فقط"۔[۳]

نواب قطب الدین صاحب تلمیذ رشید حضرت شاہ اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں۔

"ایک بات اور، پورے سال میں مسنون روزوں کی تعداد اکیاون ہے تینتیس روزے تو یہی ہیں یعنی بحساب تین روزہ فی مہینہ، نو روزے ذی الحجہ کے مہینہ میں پہلی تاریخ سے نویں تاریخ تک، ایک دن یوم عاشورا کا، ایک دن عاشورا سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد کا ایک ایک روزہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کا اور چھ روزے شوال کے"۔[۴]

شبِ برات میں کی جانے والی بدعات

شبِ برات میں یوں تو بہت سی بدعات و رسومات کی جاتی ہیں ہم یہاں صرف ان بدعات و رسومات کا ذکر کریں گے جو نہایت پابندی اور اہتمام کے ساتھ کی جاتی ہیں۔

آتش بازی

شبِ معراج کی طرح شبِ برات کے موقعہ پر بھی مسلمان لاکھوں روپے آتش بازی کی نذر کر دیتے ہیں۔ آتش بازی کی رسم میں ایک تو بے جا مال ضائع کیا جاتا ہے

---

[۱] زوال السنۃ عن اعمال السنۃ، ص: ۱۷ [۲] فضائل واحکام شب برات ص: ۸ [۳] فتاوی دار العلوم دیوبند ج: ۶، ص: ۵۰۰ [۴] مظاہر حق جدید ج: ۲، ص: ۳۶۴۔

جو اسراف کی مد میں آتا ہے، شریعت نے اسراف کو ناجائز اور حرام قرار دیا ہے لہٰذا جو لوگ آتش بازی کرتے ہیں وہ اپنا مال بھی ضائع کرتے ہیں اور گناہ بھی سر مول لیتے ہیں۔ دوسرے آتش بازی، اپنی جان اپنے بچوں اور پاس پڑوس کے لوگوں کی جان کے لیے خطرہ کا بھی سبب ہے، ہر سال اخبارات میں آتش بازی سے ہونے والے جانی و مالی نقصان کی خبریں چھپتی رہتی ہیں۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اتنی مقدس رات میں لوگ کس بیکار مشغلہ میں اپنی جان و مال کو برباد کرتے ہیں، ہم سب کو چاہیے کہ خود بھی اس رسمِ بد سے بچیں اور اپنے بچوں کو بھی اس سے منع کریں، انھیں بتلائیں کہ اس سے خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہیں۔

چراغاں

شبِ برات کے موقعہ پر لوگوں نے یہ دستور بنالیا ہے کہ مسجدوں اور مکانات میں بہت زیادہ روشنی کا اہتمام کرتے ہیں، مسجدوں میں برقی لائیٹیں لگاتے ہیں اور مکانوں کی چھتوں پر موم بتیاں جلاتے ہیں لوگوں کو سمجھنا چاہیے کہ یہ کفار کے ساتھ مشابہت اور ہندوؤں کی دیوالی کی نقل ہے جو سخت ناجائز اور حرام ہے اس رسم کی ابتداء برامکہ سے ہوئی ہے جو آتش پرست تھے، چنانچہ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اس رسم کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"قال علی بن ابراهیم واول حدوث الوقید من البرامکۃ وکانوا عبدۃ النار فلما اسلموا ادخلوا فی الاسلام" [1]

علی بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ چراغاں اور روشنی کرنے کی ابتداء برامکہ سے ہوئی ہے۔ یہ لوگ اصل میں آتش پرست تھے، جب یہ مسلمان ہوئے تو انہوں نے یہ رسم اسلام میں داخل کردی۔

ہمیں چاہیے کہ اس فضول اور بیکار رسم سے خود بھی بچیں اور دوسروں کو بھی اس سے بچائیں۔

حلوے مانڈے کی رسم

مسلمانوں نے اس رسم کو بھی ایسا لازم کرلیا ہے کہ اس کے بغیر سمجھتے ہیں کہ شبِ برات ہی نہیں ہوتی، اس رات میں بجائے اسکے کہ ہماری عورتیں عبادات میں مشغول ہوں حلوے مانڈے کے چکر میں پڑی رہتی ہیں، اچھے اچھے کھانے پکاتی ہیں حلوہ و پنجیری بناتی ہیں اور باقاعدہ طور پر سینیوں میں سجا کر سسرالوں میں بھیجتی ہیں، اگر کوئی اس رسم سے بچے تو اُسے بُرا سمجھتی ہیں، حالانکہ اس شب میں ایسا کوئی کام شریعت سے ثابت نہیں لہٰذا ہمارے مرد و زن سب کو چاہیے کہ ان فضولیات و لغویات کو چھوڑ کر اس شب میں جو کرنے کے کام ہیں اُن میں مشغول ہوں، اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ وما علینا الا البلاغ

جامعہ مدنیہ لاہور کیلئے تعاون کی اپیل

جامعہ مدنیہ لاہور کا شمار ملک کے عظیم دینی اداروں میں ہوتا ہے۔ اس کی ابتداء ۷۵ھ میں ہوئی تھی۔ گویا اِس وقت جامعہ زندگی کی ۳۹ بہاریں پُوری کر کے چالیسویں میں داخل ہو رہا ہے۔ بحمداللہ اس عرصہ میں جامعہ سے سینکڑوں علماء اور کثیر تعداد میں حفاظ و قراء تیّار ہُوئے۔ بفضلہ تعالیٰ جامعہ میں درسِ نظامی درجاتِ تکمیل اور درجاتِ تجوید و قرأت عشرہ و حفظ و ناظرہ و دینیات کا مکمّل انتظام ہے۔ حتّٰی کہ طب کی تعلیم بھی دی جاتی ہے۔ طلبہ خوشنویسی بھی سیکھتے ہیں۔

اس سال تقریباً ۹۲۳ طلبہ نے قابل و لائق اساتذہ کی زیرِ نگرانی مختلف شعبوں میں تعلیم حاصل کی، اُن میں ایک سو سے زائد طلبہ کے خورد و نوش و نظافت کپڑوں اور دیگر جملہ مصارف کا جامعہ کفیل رہا، لیکن گزشتہ چند سالوں میں ہوشربا گرانی نے اس درجہ پریشانی پیدا کر دی ہے کہ سب کارکنانِ مدرسہ اس بارے میں متفکر ہیں۔

اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ علومِ اسلامیہ کا یہ عظیم مرکز بیش از بیش علمی خدمات انجام دے اور مہمانانِ رسول ان قدسی علوم سے بہرہ ور ہوتے رہیں تو آپ خود بھی اس نیک کام میں پُوری قُوّت سے مدد کیجیے اور اپنے احباب کو بھی اس کارِخیر میں حصّہ لینے کی ترغیب دیجیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب سے اپنے دینِ متین کی بیش از بیش خدمت لیں۔ آمین

ہم ہیں آپ کے مخلص

اراکینِ جامعہ مدنیہ، لاہور